अंधा अकीदा और खुफ
जीहाद
स्वामी श्रद्धानन्द सन्यासी

اوم

اندھا اعتقاد اور خفیہ جہاد

جس میں

سیمیٹک (یعنی مسلمانی، عیسائی اور یہودی) مذاہب کے

بعض خطرناک مسائل و اعمال سے ہندوؤں کو خبردار کیا گیا ہے

از

امی شردھانند سنیاسی

قیمت فی جلد ۱۰/

پہلی مرتبہ

دو ہزار جلدیں

(یہ رسالہ مطبع تیج دہلی میں سوامی راماننداجی کے اہتمام سے چھپا)

دیباچہ

ہندو سماج کے اندر اسوقت اپنے سنگٹھن کا خیال زوروں پر ہے۔ ہندوؤں کے ذی فہم اور دُور اندیش طبقے کے اندر یہ خواہش مضبوطی سے کام کر رہی ہے کہ جو اخراج کا دروازہ تعصّب مذہبی کے باعث اُنکے بزرگوں نے کھول رکھا تھا اُسکی کچھ حفاظت کی جائے اور جو داخلہ کے دروازے میں سات تالے لگا رکھے اُسکے آگے کچی دیوار چُن دی گئی تھی اُسکو گرا کر تالے کھول دیئے جاویں۔ مگر اندھے وشواس کی غلامی میں ہندو قوم نے اپنی قدرتی آزادی کو بالکل بھلا دیا ہے۔ ہندو اونچی ذاتوں کا اپنے بھائیوں کے ساتھ انسانیت سے گرا ہوا سلوک اُنکو غیر ہندو مذاہب کے اندر دھکیل دیتا ہے اور پھر وہاں جاکر تجربہ سے ایسے تبدیل مذہب کرنیوالوں کی آنکھیں کھلتی ہیں اور وے محسوس کرتے ہیں کہ:-

اب پچھتائے کا ہوت ہے، جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت

اِس رسالہ میں اُن خطرناک نتائج کا انکشاف کیا گیا ہے جو ایک مرتبہ محمدی کے وائرہ میں جانے سے ہندوؤں کے لئے مہلک منہ پھیلائے کھڑے ہیں۔ اور دوسری طرف یہ دکھلایا گیا ہے کہ جن اونچی ذات کا غرور کرنیوالوں کی بدولت لاکھوں ہندو بھائی سچے دھرم کی سیدھی سڑک سے گمراہ ہو جاتے ہیں اُن کا پاپ بھی ایسے ابھمانیوں کی گردن پر ہی رہیگا۔

شردھانند سنیاسی

اوم
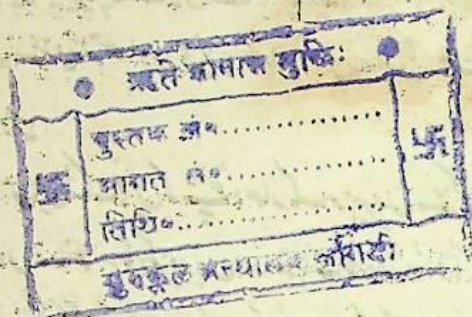
فصل اوّل

سیمیٹک مذاہب کی خصوصیت

تمہید اندھے اعتقاد یا کورا ایمان نے دنیا میں جس قدر کہرام مچایا ہے اس قدر کھُلے شاہی جنگ وجدال اور نمایاں مذہبی تعصبات کے حصے میں نہیں آیا۔ اعتقاد سچّا اعتقاد (سنسکرت "شردّھا۔ انگریزی فیتھ Faith) دہرم کی روح رواں ہے۔ بغیر شردّھا کے انسان دہرم کے میدان میں ایک قدم بھی آگے نہیں رکھ سکتا۔ مگر اُسی شردھا کا ناجائز استعمال انسانی جماعت کو دہرم کے گہرے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔ نفس یا خود پرستی ہے۔ اگر دیگر انسانوں کو اپنے قابو کرنے میں کامیاب ہو جائے تو مردم پرستی کی بنیاد ڈالدیتی ہے۔

دُنیا کے بعض مشہور پیغمبروں نے دیگر انسانوں کو دہوکے میں ڈالنے سے پہلے اپنے آپکو دہوکے میں ڈالا۔ اور پھر اپنے اوپر اُن کا اسقدر اعتماد جما کہ کمزور دل جاہل دنیا

کو بھی اپنے پیچھے چلانے میں نئے کامیاب ہوئے۔ اور ایسا پیچھے چلایا کہ ان کے پیروؤں نے اپنا جسم اور دماغ جان اور مال سب کچھ اپنے گورو یا پیر یا پیغمبر کے حوالے کر دیا۔

اس میں شک نہیں کہ سچے دھارمک رہبروں نے کبھی بھی انسان کو دھوکا نہیں دیا۔ اُنہوں نے عوام کی کمزوریوں اور جذبات کا فائدہ اُٹھا کر اُن کے دماغوں کو اپنا غلام بنانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ اُن سب کو آزادی کی طرف لے جانے کے لئے مائل ہوئے۔ اور سچ مچ اُن کو جہالت کے اندھیرے سے نکال کر علم حق کی روشنی میں پہنچایا۔ لیکن ایسے سچے رہبر بہت کم ہوئے ہیں۔ اور پھر اُن کے اس جہان فانی سے کوچ کرنے پر اُن کے چیلوں نے عوام کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی کیونکہ انسانوں کی کمزوریوں کا فائدہ بے اُصولے ہوشیار آدمی ہمیشہ سے اُٹھاتے چلے آئے ہیں۔

دوگانہ تہذیب میں فرق

جہاں تک تواریخی کتابوں اور علم ادب کے نسخوں۔ نیز مشاہدات سے پتہ لگتا ہے۔ دُنیا میں انسانی جماعت کو دو بڑے حصّوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ یعنی (۱) آرین اور (۲) سیمیٹک جس قدر مذاہب دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں وے سب ایک یا دوسری تہذیب کی شاخیں ہیں۔ آرین تہذیب میں سے پُرانا ویدک دھرم پارسی۔ بودھ۔ جین۔ پورانک ہندو مت اور انکی تمام شاخیں نکلی ہیں۔ سیمیٹک تہذیب کے پُرانے بچے تو اسوقت مفقود ہو چکے ہیں۔ لیکن یہودی۔ عیسائی۔ محمدی مذاہب ابتک زندہ ہیں۔ اور انکی بھی متعدد شاخیں ہیں۔ جن کا مطالعہ بڑا ہی دلچسپ ہو سکتا ہے۔

آرین مذہب میں بھی اندھ وشواس یعنی اندھے اعتقاد کا راج رہ چکا ہے

اور اب بھی ہے۔ لیکن اُس اندھے وشواس کا نتیجہ لوٹ مار۔ قتل اور غارتگری عموماً نہیں ہوتا رہا مگر جب سے محمدی مذہب کے ذریعے سے سیمیٹک تہذیب کا ورود ہندوستان کے اندر ہوا تب سے آرین اور سیمیٹک تہذیب کے سمجھوتے سے یہاں پر بھی لوٹ مار مذہب کا ایک انگ بن گیا۔

ٹھگوں کا خونخوار فرقہ اسی راضی نامہ کا نتیجہ تھا۔ ٹھگ لوگ کالی کے اُپاسک تھے۔ کالی پوجا کا آغاز بھی مسلمانوں کی بادشاہت کے ساتھ ہوا ہے۔ اور تنتر کا پوران بھی اُسی زمانہ کی تصنیف ہے۔ یہ سنسکرت کے فاضل مسٹر کول بروک (Colebrooke) نے بھی مانا ہے۔ اُن کی رائے ہے کہ جو منتر اور پوران محمدی زمانہ میں تصنیف ہوئے اُن میں کالی پر انسانی قربانی کی بھینٹ چڑھانیکا ذکر آتا ہے۔ کالی۔ دُرگا۔ وغیرہ کا ذکر ویدوں میں کہیں نہیں ہو سکتا۔

آرین اندھ وشواس کا نتیجہ

آرین اندھ وشواس کی جستجو کے لئے جب ہم محمدی زمانہ سے پہلے کے پورانوں کے اندر داخل ہوتے ہیں تو وہاں "تن اور دھن گورو جی کے ارپن" کا مسئلہ تو ملتا ہے۔ گرو بھگتی میں اپنے من کو بھی ارپن کر دینے کا پتہ تو چلتا ہے۔ لیکن گورو کے حکم کی تعمیل میں قتل کرنے کی ہدایت کہیں نہیں ملتی۔ اور نہ کہیں ایسی تمثیل ملتی ہے۔ جہاں گورو نے چیلے کو دوسرے کے قتل کے لئے اپنی اچھا شکتی سے پریرت کیا ہو۔ ایسی تمثیلیں اگر کہیں ملتی ہیں تو ہندوستان کے اندر محمدیوں کے داخلے کے بعد۔ آریہ مذاہب میں اہنسا دھرم مکھیہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ ویدوں پر جو اشومیدھ اور نرمیدھ کے ذریعے حیوانوں اور انسانوں کو قتل کر کے اُنکی بھینٹ چڑھانیکا کلنک مڑھا جاتا ہے اسکی نسبت یوروپین سنسکرت دانوں کا بھی یہ خیال ہے کہ وید منتروں کی یہ تعبیر پُرانی نہیں ہے بلکہ محمدی

یورش کے بعد کے تصنیف کئے ہوئے۔ پورانوں کے عالموں کی نئی تعبیر کا نتیجہ ہے۔ اُنکی رائے میں ویدک زمانہ کے اندر اشومیدھ یگیہ میں چھہ سو پالتو اور جنگلی جانور مع چڑیوں۔ مچھلیوں اور کرموں کے کھمبوں میں باندھے جاتے تھے۔ اور کچھہ منتر پڑھکر انہیں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اسی طرح نرمیدھ یگیہ میں ۱۸۵ مختلف اقسام کے آدمی گیارہ کھمبوں میں باندھکر نارائن یگیہ کے منتر پڑھے جاتے اور پھر ہون کے پیچھے وے سب چھوڑ دئے جاتے تھے۔

آرین تہذیب کے اہنسا دہرم کا پورا نشوونما بودھ اور جین متوں کے اندر اب تک دکھائی دیتا۔ اور اس لئے اُس تہذیب سے نکلے ہوئے سمپردائیوں اور مذاہب میں وشواس کا ظہور بھی ہنسا سے رہت ضعیف الاعتقادیوں کی شکل میں ہوتا ہے۔

سیمٹک اندھے اعتقاد کے خطرناک نتائج

لیکن سیمٹک مذاہب کی بُنیاد ہی تشدد کے اوپر رکھی گئی ہے۔ وہاں علم کے شجر کا پھل کھاتے ہی آدم اور حوّا بہشت سے نکالے جاکر زمین پر پھینکے گئے۔ بھائی نے بھائی کا خون بہانا شروع کر دیا۔ جانور مارکر جب بھونے گئے۔ تب اُنکی خوشبو سے خداوند یہواہ خوش ہوئے۔ اور اُس خوشی میں اُس نے اقرار کیا کہ آئندہ کبھی طوفان کے ذریعے انسان کو تباہ نہ کریگا وغیرہ وغیرہ

پُرانا عہد نامہ سارا کُشت وخون کی کہانیوں سے پُر ہے۔ انیس سو برس سے زیادہ گذرے کہ آخرکار جب ایک برہمچاری کا ظہور ہوا۔ اور اُس نے جانوروں کو مار کر قربان کرنے کی رسم کو دور کیا۔ اُس نے نفس کُشی کا سبق یہودی قوم کو سکھانے کی کوشش کی۔ ایسا کیوں ہوا؟ کیا اس پر سیمٹک

تہذیب کا اثر نہ تہا؟ اتہاس بتلاتا ہے کہ بودھ دہرم کے پرچارکوں کی فلسطین
میں قایم کی ہوئی ایسینوں کی سبہا کے اُپدیشک جان نے بودھ ابھیشیک
کا پرچار تبسمہ کے نام سے کیا۔ وہ تبسمہ پہلے پہل عیسیٰؑ نے لیا۔ پس وہ مسیح بنا اور
اور اس لئے اُس کے پرچار کے اندر دہرم کو کچھہ پردہانتا ملی۔

لیکن سیمیٹک مذاہب کے پیرو اہنسا دہرم کے راز کو سمجھنے کے لایق نہ تھے
اس لئے جب مسیح کی تعلیم کے اوپر پال کی سیمیٹک تفسیر کا خول چڑھ گیا۔ تو پھر
سے وہی پرانی یہودی خونخوار سپرٹ کا ظہور ہوا۔ عرب کے بدوؤں میں اور
اُن کے گرد و نواح کے شام وغیرہ ممالک کے اندر عیسائیت پر بھی وہی ہنسا کا
بھاؤ غالب آگیا۔ اور جب عیسائیت نے وحدانیت سے گر کر عوام کے اخلاق
کو بھی گرانا شروع کر دیا تب محمدؐ صاحب نے عرب میں اپنی آواز اُس کے برخلاف
اُٹھائی۔ لیکن بُت پرستی اور شرک کی جڑ کاٹنے کے لئے اُنھوں نے بجائے
آرین روحانی ہتھیار کے مادی ہتھیاروں کا استعمال کیا۔ اور اپنے پیرؤں کو
رحیم اور پاک پروردگار کے نام پر حیوانوں کی قربانی اور انسانوں کے قتل
اور غارتگری کا سبق پڑھایا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب حضرتؐ محمد صاحب کی وفات کے بعد وہ شخصی
روشنی دور ہو گئی۔ جس نے جاہل عربوں کو گناہ آلودہ زندگی سے نجات
دلانے کے لیئے اپنا پرتو ڈالا تھا اُسوقت اندھے اعتقاد کی لہریں بہہ کر ضعیف
الاعتقادی نے خطرناک قتل اور غارتگری کی صورت اختیار کی اُسوقت محمدیوں
کے دو فرقے ہو گئے۔ جو لوگ الصدیق ابوبکر کی خلافت کے قائل ہوئے وے
سُنی کہلائے۔ اور اُنھوں نے قتل اور غارتگری کا کھلا راستہ اختیار کیا
اُن کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار رہی۔ محمد صاحب نے

جبر کو ناجائز قرار دیا تھا۔ خلیفہ اکبر نے اُسے مباح قرار دیا۔ اور اُن کے بعد الفاروق
عمر اور عثمان تک برابر اسی پر عامل رہے۔ حضرت علی نرم مزاج اور بہادر تھے
وہ بزدل اور ظالم نہ تھے۔ اگر اُن کی زندگی وفا کرتی تو شاید اسلام کی تواریخ
ہی بدل جاتی۔ مگر سیمیٹک قوموں کی قسمت (جو اُن کے اعمال کا نتیجہ تھی)
ایسی نہ تھی کہ وہ خونریزی اور غارتگری سے نجات پاتے۔ اور اس لئے خلافت
معاویہ کے حصہ میں آئی۔

علی کے پیرو شیعہ نام سے مشہور ہوئے۔ اُن میں بھی آگے چلکر دو فرقے
ہو گئے جو ظاہری اور باطنی کے نام سے مشہور ہوئے۔ میں انہیں سے باطنیوں
کی نسبت تفصیل کے ساتھ اس جگہ لکھنا چاہتا ہوں۔ مگر قبل اس کے اُنکا
اتہاس شروع کروں۔ یہ بتلانا ضروری ہے کہ کس طرح انہیں تفریق ہو گئی۔

شیعوں سے سُنیوں کی تمیز

سُنی تو جو کچھ کرتے ہیں علانیہ کرتے ہیں۔ اُن کی تبلیغ اور دعوت بھی کھُلی
ہوتی ہے۔ جناب محمدؐ صاحب سے جب سوال ہوا کہ اگر پیغامبر ہو تو کوئی معجزہ
دکھلاؤ۔ اُن کا جواب تھا کہ پہلے پیغمبروں نے جو معجزے دکھلائے اُس پر تم نے
کب اعتبار کیا ؟ اس لئے میرے پاس معجزہ صرف وہ وحی ہے جو مجھ پر اُترتی
ہے۔ خلیفہ اکبر نے حکم دیا کہ کافروں کے سامنے کلمہ پیش کرو " نہیں ہے کوئی
اللہ سوائے اللہ کے اور محمدؐ اُس کا پیغمبر ہے"۔ اگر قبول کریں چھوڑ دو ورنہ تہ تیغ
کر دو یا اُن سے جزیہ وصول کرو"۔ چنانچہ آجکل سُنیوں کے قایم مقام مولانا عبدالباری
فرنگی محلی لکھنوی نے صاف طور پر اعلان کر دیا ہے " ہمارا مذہب ہے کہ مُرتد
اسلام کی طرف نہ آئے تو وہ مسلمانوں کے لئے واجب القتل ہے۔ حنفیوں میں
عورت مرتدہ قتل نہ کی جائیگی۔ دیگر ائمہ اس کے قتل کے بھی قائل ہیں"۔

(دیکھو مولانا عبدالباری کا مسلمانوں کے نام کھلا خط صفحہ ۱۱) اسی مضمون کی
تائید کرتے ہوئے اخبار "شوکت" بمبئی کی اشاعت مورخہ ۱۷ر فروری سنہ ۱۹۲۴ء
میں باری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ "میں خدا اور رسول پر ایمان لایا ہوں جو
حکم اُن کا ہے میرے نزدیک وہی انصاف اور وہی حریت حقیقی کے موافق ہے
مجھے اُس کے ظاہر کرنے میں کچھ رکاوٹ نہیں ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا حکم ہے کہ مرتد قتل کر دیا جائے۔ خلیفہ اکبر نے قتال مرتد پر اسقدر
زور دیا کہ تمام مصالح پر عمل کرنے والے آخر میں موافق ہو گئے۔ حضرت عبداللہ
بن مسعودؓ۔ حضرت علیؓ وغیرہ نے خواہ وہ مرتد یہودی نصرانی ہو گیا
ہو یا شرک یا زندیق وہ قتل کروا ڈالنے پر اتفاق کیا ہے۔ اور اس مسئلہ پر ائمہ
اربعہ میں سے کسی نے خلاف نہیں کیا۔ اور سب سے آسان مذہب حنفیہ کا ہے۔
میں نے خود بعد ادلہ پر غور کرنے کے جو امر اختیار کیا ہے وہ اصول حنفیہ کے موافق
مگر تصریحات فقہاء کے خلاف ہے۔ اسواسطے اگر فتوی مجھ سے دریافت
کیا جاویگا تو بوجہ اتباع قول مفتی فقہا کے موافق فتوی دونگا۔ وہ یہ ہے
کہ مرتد کو تین دن کی مہلت دی جاویگی۔ اس کے بعد وہ توبہ نہ کرے تو قتل
کر دیا جاویگا"۔

سُنّی مسلمانوں کے عقیدے سے زیادہ تر صاف اظہار اور کسی نے نہیں
کیا۔ اور اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ جب
دیکھا جاتا ہے کہ گذشتہ ایک سال سے مولانا عبدالباری کا دعوی مسلمانان ہند
کے سامنے ہے اور اسکی تردید کرنیکا کسی قابل قدر عالم سیاسی مسلمان لیڈر
کو حوصلہ نہیں ہوا۔ ایک محمد مار میڈیوک پکتھال صاحب نے اسکی یہ تعبیر کی تھی
کہ یہ حکم اُن ایام جنگ کے لئے تھا جو پیغمبرؐ کی زندگی میں ہوئے۔ مگر اس کی

اور کسی طرف سے تصدیق نہیں ہوئی۔ اور اُس تعبیر کا موجودہ حالات کو بھی اثر بھی نہیں ہو سکتا۔ مولانا عبد الباری کا قول ہے کہ فتنۂ ارتداد کی وجہ سے مرتدین سب حربی ہو گئے۔

گذشتہ ستمبر میں جو "ملاپ کانفرنس" دہلی میں بیٹھی تھی۔ اس میں بھی سوال ہندوؤں کی طرف سے اُٹھایا گیا تھا کہ مرتد کا کیا حشر ہوگا۔ اس پر مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت علماء ہند نے کہا تھا کہ قتل مرتد کا مسئلہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اس کا اطلاق ہندوستان پر نہیں۔ کیونکہ یہاں حکومت اسلامی نہیں ہے۔ مگر مولانا عبد الباری صاحب کا تار لکھنؤ سے آیا جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

"کانفرنس نے جو اپنے ریزولیوشن میں تبدیل مذہب کرنیوالوں کو سزا یا تصدیعہ سے بری کیا ہے وہ نہ صرف اسلام کے برخلاف ہے بلکہ شریعت اسلام کی ہتک ہے۔ اگر اصلی اتحاد مقصود ہے تو اسکی نظر ثانی ہونی چاہیئے ہم ہندوستان میں مرتد کو قتل نہیں کرسکتے جیسا کہ کابل میں کیا گیا۔ مگر کوئی مناسب سزا ضرور مقرر ہونی چاہیئے جیسی کہ بھوپال میں ہے۔ ہمیں تمام ہندوستان کو دایرہ اسلام میں لانیکی تمام ممکن ذرائع سے کوشش کرنی چاہیئے"

اس برقی پیغام کے ذریعہ سے مولانا عبد الباری صاحب ہندوستان میں تو قتلِ مرتد کا مطالبہ نہیں کرتے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے قاتل مسلمان کو پھانسی ہو سکتی ہے۔ لیکن بھوپال کی تقلید میں مرتد اور مؤید ارتداد کے لئے قید کی سزا کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تب صاف ظاہر ہے کہ مولانا عبد الباری اور اُن کے ساتھی سوراجیہ ملنے پر ضرور قتل مرتد کا مطالبہ کریں گے۔ دوسرا اشارہ کابل کی طرف ہے

اسکی مفصل کیفیت ذیل کے اقتباس سے ظاہر ہوگی۔

کابل میں نعمت اللہ خاں احمدی کی سنگساری کا روح فرسا نظارہ

قادیان ۱۵ ستمبر۔ مولوی نعمت اللہ خان کے کابل میں سنگسار کئے جانے کے متعلق مزید حالات معلوم ہوئے ہیں۔ آغاز جولائی ہی میں نعمت اللہ خاں کو کابل کے سرکاری ملاؤں کی کونسل میں طلب کیا گیا تہا۔ اور اُس کے فرقہ احمدیہ پر قایم رہنے کی نسبت سوالات کئے گئے تھے۔ اور پھر انہیں رخصت کر دیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر اسی کونسل میں اُنہیں طلب کیا گیا۔ اس مرتبہ یہ کونسل بحیثیت ایک عدالت کے اجلاس کر رہی تھی۔ یہ اجلاس ۱۱ اگست کو ہوا۔ نعمت اللہ خاں سے دریافت کیا گیا۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی فرقہ احمدیہ کی نسبت تم کیا اعتقاد رکھتے ہو۔ آپنے جواب دیا کہ میں انہیں مسیح اور مہدی خیال کرتا ہوں۔ جن کے زمین پر آنیکا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور اُنہیں نبی مانتا ہوں ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ حضرت احمدؑ حضرت محمدؐ کے خادم تھے۔ قرآن مجید کا قانون ابتک رائج الوقت ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کی نسبت سوال کیا گیا۔ جواب میں آپنے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ مر چکے تھے جسمانی طور پر مسیح کا زندہ ہوکر دنیا میں آنا ایک گمراہ کُن عقیدہ ہے۔ آپنے کہا حضرت مرزا غلام احمد نے جس قدر دعوے کئے اور جو کچھ آپنے لکھا ہے میرا اُسپر ایمان رکھتا ہوں۔

اس بیان کے بعد عدالت نے آپکو احمدی مان لیا۔ اور اسی لئے دین حق کا منکر قرار دیا۔ اور اسی جرح میں سزائے موت کا فتویٰ سنا دیا۔

۱۸ر اگست کو نعمت اللہ خان کو عدالت اپیل میں لایا گیا جس میں پھر اُن کا بیان لیا گیا۔ اس عدالت میں یہ بھی سوال کیا گیا کہ تیرا نے مسلمان علمار کا کیا خیال تھا۔ نعمت اللہ خاں نے جواب میں کہا کہ وہ علمار جو مسیح کے جسمانی طور پر دنیا میں آنے کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ اس کے بعد عدالت اپیل نے بھی عدالت ماتحت کا فیصلہ تصدیق کیا۔ اس کے بعد یہ مقدمہ کابل کی ہائی کورٹ کے روبرو پیش ہوا۔ اس عدالت نے فتوے کی تصدیق کرتے ہوئے اتنا اور اضافہ کر دیا۔ کہ نعمت اللہ خان کو جم غفیر کی موجودگی میں سنگسار کیا جائے۔

اس کے بعد ۳۱ر اگست کو پولیس نعمت اللہ خاں کو کابل کے کوچہ و بازار میں تشہیر کرنے کے لئے لے گئی۔ اور سب کے سامنے یہ اعلان کیا گیا کہ اس شخص کو میگزین ہونے کے باعث سنگسار کیا جائیگا۔ کابل کے عام باشندوں کو اُس کے قتل کا تماشہ دیکھنا چاہیئے۔ اسی روز شام کے وقت نعمت اللہ خاں کو ایک چھاؤنی کے کھلے میدان میں لے گئے۔ اس بیچارے کو جبراً کمر تک زمین میں گاڑھ کر کھڑا کیا گیا۔

کابل کے سب سے بڑے مولوی نے پہلا پتھر مارا

بس پھر تو چاروں طرف سے مسلمانوں نے مظلوم پر پتھروں کی بوچھاڑ شروع کر دی حتیٰ کہ وہ پتھروں کے ایک بڑے ڈھیر کے نیچے دب گیا۔ یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ نعمت اللہ خاں سے بار بار کہا گیا اپنا ایمان چھوڑ دے۔ لیکن اُس نے ہر لمحہ یہی کہا کہ میرا احمدی ایمان ڈگنے والا نہیں ہے۔ یہ ساری کیفیت کابل کے سرکاری اخبار حقیقت مورخہ صفر ۶ر نمبر ۱ا سے لی گئی ہے۔

پشاور کے ۶ر ستمبر کے تار میں درج ہے کہ سنگسار کئے جانے سے پیشتر ایک ہفتہ تک نعمت اللہ خاں کو جیل خانہ میں طرح طرح کی اذیت دی گئی۔ پرائیویٹ اطلاعوں سے

معلوم ہوا ہے کہ۔

نعمت اللہ خان مرتے دم تک خوش و خرم تھا

سنگسار کئے جانے سے پیشتر اُس نے آخری نماز کی التجا کی تھی۔ جو منظور کیگئی
مظلوم کی لاش ابھی تک اُنہی پتھروں کے ڈھیر میں دفن ہے۔ اور اس پر سرکاری
پہرہ لگا ہوا ہے۔ اس کے والد نے اس کی لاش باضابطہ دفن کرنے کے لئے مانگی
تھی۔ لیکن اس سے بھی انکار کر دیا گیا۔ یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ آخری فتوے پر خود
امیر صاحب کی اپنے ہاتھ کی تصدیق موجود ہے۔ مذکورہ بالا حادثہ کے بعد یہ بات
اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ قادیان سے مئی ۱۹۲۱ء میں محمد طرزی صاحب
کو ایک چٹھی روانہ کی گئی۔ اس کا سرکاری جواب اسی مہینے میں وصول ہوا تھا۔ اسمیں
صاف لکھا تھا کہ مثل دیگر رعایا کے احمدی بھی ہز مجسٹی کی رعایا سمجھے جاتے ہیں۔
افغانستان میں انہیں بھی وہی امن اور آزادی حاصل ہے جو اوروں کو حاصل ہے
جماعت احمدیہ پر ایمان رکھنے کے باعث انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں دیجائیگی۔
احمدی مسلمان افغان سرکار کے راج میں نہایت امن سے بغیر کسی خوف و
خطر کے رہ سکتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ امیر صاحب کی دیگر وفادار رعایا جیسا سلوک
کیا جائیگا۔ اس چٹھی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے روانہ کرنے سے پیشتر
امیر افغانستان سے صلاح مشورہ لیا گیا تھا۔ اور اُن کی رضامندی لیکر یہ چٹھی
ارسال کی گئی تھی۔

قادیان سے تار

جب مولوی نعمت اللہ خاں کو گرفتار کیا گیا تو قادیان سے امیر صاحب کو پروٹسٹ
کا تار بھیجا گیا تھا۔ لیکن انہوں نے اُس کی طرف توجہ تک نہ دی۔ اور نہ ہی
جواب دیا۔

ان حالات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ نعمت اللہ خاں کو صرف احمدی ہونیکی وجہ سے سنگسار کیا گیا ہے۔ اور افغان گورنمنٹ کا یہ فعل نہ صرف غیر منصفانہ ہے بلکہ خلاف انسانیت ہے۔

اخبار پائونیر کا خیال ہے کہ امیر صاحب نے مولوی نعمت اللہ خان کو سنگسار کرنے میں دقیانوسی خیالات کے مسلمانوں کو خوش کرنا ملحوظ رکھا ہے۔

قادیانی کی سنگساری اور علمائے دیوبند کا فتوے

دیوبند ۱۵ صفر مرکزی جماعت دارالعلوم دیوبند نے حسب ذیل مضمون کا برقی پیغام اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خاں غازی خلد اللہ ملکہٗ کی خدمت میں روانہ کیا ہے

مرکزی جماعت دارالعلوم دیوبند دلی مسرت و اطمینان کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتی ہے کہ اعلیحضرت امیر غازی نے ایک مرتد پر حسب ذیل قواعد شرعیہ حدود تعزیر جاری کر کے امیر شہید رحمۃ اللہ کے اسوۂ حسنہ پر عمل اور خلفاء راشدین کے مبارک عہد اور ملوک عادلہ اسلام کے طریق کو زندہ کیا ہے۔ یہ ایک فیصلہ ہے جس سے ہندوستان کی فضا میں ایسے وقت جبکہ قادیانی رہزن نام نہاد مذہبی آزادی کی آڑ لیکر غارتگری میں مصروف تھے سکون و اطمینان پیدا کر دیا ہے اور جو نہایت قبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

جماعت علماء دیوبند کمال وثوق اور ناقابل زوال تیقن کے ساتھ عرض کرتی ہے کہ اعلیحضرت امیر غازی کا فیصلہ بالکل حق اور شریعت غرا کے موافق ہے۔ دعوے نبوت و انکار نبوت ختم توہین انبیاء علیہم السلام اور قطعیات شرعیہ کے انکار اور تاویل باطل کے بعد کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا ایسا شخص مرتد ہے اور مرتد کی سزا اگر وہ توبہ نہ کرے بجز قتل کے نہیں ہے۔ خلفائے راشدین نے مرتدین

اور نادقہ کے ساتھ یہی عمل کیا ہے۔ ملوک اسلام نے حدود وقصاص کے اجرار
میں اپنے بیگانوں کی تمیز نہیں کی۔ اپنی اولاد پر بھی حدود وقصاص جاری کئے ہیں
جس طرح غیروں پر حدود وقصاص کا اجرار عالم اور نزول برکات وشوکت اسلام
کا ضامن ہے۔ تمام غیر مسلم اقوام کی اس قدر ممتاز آزادانہ زندگی کے باوجود
جو اُن کو زیر سایہ دولت علیہ افغانیہ حاصل ہے ایک مرتد کے معاملہ میں ایسا قاطع
اور ناطق فیصلہ اعلیحضرت امیر غازی ایدہ اللہ کی کمال دیانت اور اسلام شناسی
کو ظاہر کرتا ہے۔ گویا اعلیحضرت کے فعل نے کافرین اور مرتدین کے احکام کا فرق
دنیا پر ظاہر کر دیا ہے۔

تاریخ اسلام میں بہت سے مدعیان نبوت کا وجود ملتا ہے۔ لیکن کسی زمانے
میں بھی ان کے ساتھ مراعات اور رواداری کا معاملہ نہیں کیا گیا۔ اور اسی شرعی
اصول کے مطابق علمار دیوبند کے ہر طبقہ نے مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکاروں
کو خارج از اسلام اور مرتد قرار دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت امیر غازی نے اپنے اس غیر متزلزل
اتباع شریعت پر صد ہزار مبارکباد کے مستحق ہیں اور یہی وہ ایک امر ہے جو ہم کو
دولت خداداد کی ترقی واستحکام اور ملت افغانیہ کے عروج کی غیبی بشارت
سناتا ہے۔ ایک ایسے خالص اور مطابق شریعت فیصلہ کے خلاف قادیانیوں
کی صدائے احتجاج کرنا بالکل بے سود مضحکہ انگیز اور اُن کی باطل پرستی کے جرم
کو اور زیادہ شدید کرنیوالا ہے۔ اور اُن کا نعمت اللہ کے اسقدر اصرار تمرد اور جمود
کو استقلال اور اثبات سے تعبیر کرنا بالکل یہودیوں کے قلوبنا غلف کہنے کے
مشابہ ہے۔ جس کا بہترین جواب بل طبع اللہ علیہا بکفرھم سے ہی
ہو سکتا ہے۔

نعمت اللہ کو سنگسار کرنیکا حکم منصفانہ تھا

جمعیتہ العلماء کا امیر کابل کو تار

حسب ذیل برقی پیغام جمعیتہ العلماء ہند کی جانب سے ہز مجسٹی حضرت غازی امیر امان اللہ خان صاحب خلد اللہ ملکہ وسلطنتہٗ کو روانہ کیا گیا۔

ہز مجسٹی اعلیحضرت امیر غازی خلد اللہ ملکہ وسلطنتہٗ کے نعمت اللہ قادیانی کو سنگسار کرانے پر قادیانیوں نے خلاف اعلیحضرت کے خلاف پروپیگنڈا اور الزامات کا ایک طوفان برپا کر دیا ہے۔ بدنصیبی سے ہندوستان کا یہ نوزائیدہ گروہ جس طرح مقدس مذہب اسلام کے لئے خطرناک ہے اسی طرح سیاست اسلامیہ ہندوستان کے لئے بھی اس کا وجود ایک خطرناک رہزن ہے۔ گذشتہ مدعیان نبوت کے سلسلہ میں قادیانی مدعی نبوت کا بدترین اضافہ کر کے اس گروہ نے ہندوستان میں اسلام کو شدید نقصان پہنچانے کے بعد اب ملت افغانیہ کو تختہ مشق بنانا چاہا۔

جمعیتہ العلماء ہند اس ناپاک سعی کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھتی ہے اور اعلیحضرت کے اس حکم کو جو عدالت شرعیہ کے متفقہ فیصلہ پر مبنی تھا حق و انصاف پر مبنی سمجھتی ہے۔ ملت افغانیہ تو خیر شریعت حقہ قایم رکھنے کے لئے ہمیشہ سے ممتاز رہی ہے۔ اور ان کی یہ روش مسلمانان عالم کے لئے مایہ صد افتخار ہے۔

قادیانیوں کا غیر مسلم طاقتوں کو امیر غازی کے خلاف ابھارنا شرعی قانون اخلاقی اعتبارات سے سخت قابل نفریں حرکت ہے۔ کیونکہ دنیا سے کسی بڑی سے بڑی طاقت کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ حکومت مستقلہ افغانستان کی سیاسیات شرعیہ داخلیہ میں کوئی مداخلت کرے۔

(ناظم جمعیتہ العلماء ہند)

علمائے لاہور کا پیغام
امیر کابل کے نام

بتاریخ ۲۸؍صفر ۴۳ھ علمائے لاہور مسجد وزیر خان مرحوم میں صبح ۸ بجے بعد درس قرآن مجید جمع ہوئے۔ اور مندرجۂ ذیل مضمون کا تار بخدمت امیر امان اللہ خان صاحب غازی ایدہ اللہ بنصرہٖ والی دولت خداداد افغانستان روانہ کرنا تجویز فرمایا۔ اور آج مورخہ ۲۹؍ماہ صفر ۱۳۴۳ھ کو تار مذکور روانہ کیا گیا۔

ہم علمار حنفیہ تاجدار دولت مستقلہ افغانستان خلد اللہ سلطنتہ کے اس فیصلہ مبارک کو نہایت ہی پسندیدگی اور استحسان سے دیکھتے ہیں کہ آپنے ازراہ اتباع شریعت اور اسلام پسندی فرقہ ضالۂ مرتدہ مرزائیہ قادیانہ کے ایک فرد مسمی نعمت اللہ خاں کو بوجہ مبلغ تحریک احمدیہ قادیانیہ ہونے کے سنگسار فرمایا۔ ہم بصمیم قلب فرمانروائے کابل کے لئے دست بدعا ہیں کہ انہوں نے حدود شرعیہ کو اجرا فرما کر مسلمانان عالم کو بالعموم اور حنفیوں کو بالخصوص مرہون منت فرمایا۔

(۱) مولانا مولوی سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب خطیب مسجد وزیر خاں مرحوم (۲) مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور (۳) مولانا مولوی احمد یحیٰی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور و مسجد شاہی لاہور (۴) مولانا مولوی غلام مرشد صاحب اول مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور (۵) مولانا مولوی محمد عمر صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور (۶) مولانا محمد یار صاحب خطیب مسجد طلائی لاہور (۷) مولانا مولوی شاہ رسول صاحب (۸) مولانا مولوی محمد مظہر صاحب متولی خطیب مسجد بیگم شاہی لاہور (۹) مولانا مولوی حافظ جمال الدین صاحب (۱۰) مولانا مولوی غلام جان صاحب مدرسہ نعمانیہ لاہور (۱۱) مولانا مولوی قمر الدین صاحب

(۱۲) مولانا مولوی حبیب نواز صاحب مدرسہ نعمانیہ لاہور

دستخط:- ابوالبرکات سید احمد خلف الرشید مولانا مولوی سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب حزب الاحناف مسجد وزیر خاں مرحوم۔ لاہور۔ (زمیندار)

ہندوستان کی پڑوسی اسلامی ریاست میں کس قسم کی خونخوار مذہبی اسپرٹ کام کر رہی ہے۔ اس کا اندازہ اوپر کے اقتباسات سے بخوبی روشن ہے ایک مثال اور لیجئے۔

کابل میں ایک اور وحشیانہ سزا

ایک ہندو زمین میں گاڑ کر ہلاک کیا گیا

آج سے کچھ عرصہ پہلے ہندوستان میں عام طور پر یہ خیال پھیلایا جا رہا تھا کہ افغانستان کا موجودہ فرمانروا بڑا آزاد خیال انسان ہے۔ وہ ہر معاملہ میں بڑی رواداری سے کام لیتا ہے۔ ہندو، مسلمان، سکھ غرضیکہ اپنی رعایا کے ہر فرد کے ساتھ انصاف کرتا ہے۔ اس کے عہد میں کسی کو تکلیف نہیں دیجاتی۔ لیکن پچھلے دنوں اخبارات میں ایک خبر چھپی تھی۔ جس سے امیر امان اللہ صاحب کی رواداری اور آزاد خیالی پر کافی سے زیادہ روشنی پڑ گئی۔ آپنے نعمت اللہ خاں ایک احمدی مسلمان کو عام مسلمانوں سے مختلف عقیدہ رکھنے کے جرم میں سنگسار کرنیکا حکم دیا تھا۔ اس حکم کا صاف مطلب یہی ہے کہ افغانستان میں رعایا کو ضمیر کی آزادی حاصل نہیں ہے۔ " ایک ہندو کو زمین میں گاڑ کر نیزوں سے بھالوں سے مارا گیا"، نعمت اللہ خاں احمدی تو مسلمان تھا۔ اب ایک ہندو کی داستان غم سنئے۔ سنا جاتا ہے کہ حکم چند نامی ایک ہندو کا کسی مسلمان

خاتون کے ساتھ ناجائز تعلق تھا۔ وقت پاکر یہ راز فاش ہوگیا۔ معاملہ عدالت کے سامنے گیا۔ عدالت نے حکم دیا کہ حکم چند تم بڑی عبرت ناک سزا کے مستحق ہو۔ بہتر ہے کہ تم مسلمان ہوجاؤ۔ کیونکہ اس خوفناک سزا سے صرف حلقہ اسلام میں داخل ہوکر بچ سکتے ہو"۔ حکم چند نے اس گری ہوئی حالت میں بھی اپنے ہندو دھرم کو چھوڑ کر مسلمان ہونا قبول نہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسے زمین پر گاڑ کر بید روی اور سنگدلی کے ساتھ نیزوں اور بھالوں سے مار دیا گیا۔ یہ تو تصویر کا ایک رُخ ہے۔ اب دوسرا ملاحظہ فرمائیے۔ (ہندو لاہور)

مہاتما گاندھی اُس سازش یا تنظیم کا پتہ لگانا چاہتے ہیں۔ جو امیٹھی سنبھل دہلی اور گلبرگہ وغیرہ کے قتال کُفار اور غارتگری بُت خانہ ہائے کے پس پشت کام کر رہی اُس تنظیم یا سازش کا انسانی مجمع خواہ کچھ ہی ہو اور کسی خاص مرکز سے مشین کو چلا رہا ہو۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ مسلمان عوام کو بھڑکانے اور خود صحیح سلامت الگ بیٹھے ہوئے جاہل فرقے کو گمراہ کرکے اُن کی بربادی کرانے کا اگر کوئی آلہ اُس مرکزی تنظیم کے ہاتھوں میں ہے تو وہ مولانا عبدالباری صاحب کا یہی فتویٰ ہے پھر بھی جو حرکت علانیہ کی جاتی ہے اُس کا انسداد بھی آسان ہے۔ اگر غیر مسلم جماعتیں ایک دفعہ خبردار ہوجائیں تو اسلام کے اس حملے سے اپنی حفاظت کرسکتی ہیں۔ لیکن شیعوں میں سے ایک فرقہ ایسا ہے جس کا سارا کام خفیہ طور پر ہوتا ہے۔ اُس نے لاکھوں ہندوؤں کو خفیہ طور پر محمدی اور ہندو مذاہب کی کھچڑی تعلیم دیکر انہیں اپنے مذہب سے منحرف بنا چھوڑا ہے۔ اُن کا طریقہ تبلیغ بہت ہی خطرناک ہے۔ کیونکہ آریہ دھرم کے پرچارکوں کو اُس کا پتہ نہیں لگتا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ جہاں دیندار سُنّی مسلمانان ہند کو اس سازش سے خبردار کیا جاوے جو ہندوستان کی غیر مسلم جماعتوں سے اُن کی جماعت کو غیر متحد

بنا رہی ہے وہاں ضرورت اس امر کی بھی ہے کہ جن نام نہاد مسلمانی جماعتوں کی خفیہ سازش کا انکشاف خواجہ حسن نظامی دہلوی سے اتفاقاً ہو گیا ہے اُن کی اصلیت کو بھی ظاہر کر کے مسلم اور غیر مسلم دونوں قسموں کی جماعتوں کو اُس کے زہریلے اثرات سے بچانے کی کوشش کی جائے۔

شیعوں کے دونوں فرقوں کا خلاصہ

شیعوں کے دو فرقے کب سے اور کیسے ہوئے؟ اس کے لئے میں آغا خانی مبلغ کا بیان سب سے پہلے دیتا ہوں۔ سر آغا خاں بالقابہم کے خاص مبلغ مولانا سلیم ورثی صاحب اپنے رسالہ موسوم بہ "اظہار حقیقت" ۲ میں لکھتے ہیں "بے سردار فوج بیکار ہے۔ بے یار مٹی نزار ہے بے بادشاہ رعایا بیکس ہے بے روح جسم بے بس ہے۔ دفتر اسلام پارہ پارہ ہے بے امام خلقت آوارہ ہے" اور امام حاضر سر آغا خاں کو بتلایا۔ اُن کو امامت کس طرح پہنچی۔ اس کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

" اسماعیلی دو گروہ نزاری اور مستعلی۔... شیعان علی میں سے ضرور ہیں کہ بعد شیعان علی یا تو بنی فاطمہ کہتے تھے یا محبین حضرت مولا علی علیہ السلام کو ... شیعہ کچھ حصہ بعد یکگروہ ہو گیا۔ جن میں تبرا اور بعض فتویات مل گئے۔ جن کے مقابل دوسرا گروہ خوارجہ اور تیسرا گروہ اہل سنت والجماعت کہلایا۔ پھر ان میں جنگ جدل تو تو۔ میں میں شروع ہوئی۔ شیعان علی ان فسادوں سے الگ تھلگ گوشہ نشینی طبقہ تھا۔ اُن کی نرم پالیسی (آگے اس ظاہرا نرم پالیسی کا انکشاف ہو گا۔ مؤلف) اور علیحدگی ہی کا نتیجہ ہوا کہ ادھر خوارجہ دشمن ہو گئے اُدھر یہ رسمی شیعہ ان دشمنوں کے سخت ترین مظالم نے اُن فاطمین صلح پسند شیعان علی کو گمنام تبلیغ میں چھپا دیا۔ اسمار صالحین کی محبت میں گروہ شیعہ اور شیعان علی کا برابر

حصہ تہا۔ لیکن جس طرح گروہ شیعہ نے بارہ اموں کے بعد امامت کا خاتمہ کر دیا یا امام کو غائب مان لیا یا پوشیدگی کی نقاب اُڑھا دی فاطمین نے آجتک امامت کو قایم رکہا اور بارہ اماموں پر امامت کا خاتمہ نہیں کیا۔" (صفحہ ۹) فاطمی شیعہ یعنی اسمٰعیلی یا نزاری یا آغا خانی آپکو غیر اثنا عشری کہتے ہیں اور دیگروں کو اثنا عشری کہتے ہیں وارثی صاحب نے دونوں فرقوں کی مردم شماری کی توضیح کر کے امام اسمٰعیل تک پہنچایا۔ اور وہاں سے دونوں فرقوں کی علیحدگی بتلا کر پھر اپنی جماعت کا سلسلہ امامت سر آغا خاں تک پہنچایا۔ چونکہ اُن کا بیان صاف نہیں ہے۔ اور اسی بیان کو خواجہ حسن نظامی نے عام فہم عبارت میں ادا کیا ہے۔ اسی لئے ان کی فاطمی دعوت اسلام سے اس حصہ کو اخذ کیا جاتا ہے۔

"اسمٰعیلیہ جماعت شیعہ فرقہ کی ایک شاخ ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رض کے بڑے صاحبزادہ کا نام اسمٰعیل تہا اور چہوٹے کا موسیٰ کاظم۔ حضرت امام جعفر صادق رض نے بڑے لڑکے کی نسبت وصیت فرمائی تہی کہ میرے بعد وہ امام ہوں گے...... خواجہ عطا اللہ ملک جوینی کی تاریخ دلکشا کے حوالہ سے تاریخ فرشتہ میں لکہا ہے کہ حضرت اسمٰعیل نے ایک دفعہ شراب پی لی تہی۔ اسواسطے امام جعفر صادق نے ولیعہدی سے معزول کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ کاظم کے لئے ولیعہدی کی نص (وصیت) کر دی۔ اور ایک روایت ہے کہ حضرت اسمٰعیل نے شراب نہیں پی تہی بلکہ وہ اپنے والد کے سامنے رحلت کر گئے۔"

"حضرت اسمٰعیل کی وفات مدینہ میں ہوئی... اور ۱۳۱۳ھ ہجری میں.... دفن ہوئے....."

"بہر حال حضرت اسمٰعیل کے متعلق مختلف فرقے قایم ہو گئے۔ ایک کہتا تہا کہ... ...معزول کرنیکا حق نہ تہا۔ اور حضرت اسمٰعیل کی امامت کے سامنے حضرت موسیٰ کاظم کی

کسی طرح جائز نہیں ہو سکتی" (صفحہ ۱۶۱)

دوسرے اسمٰعیل کے بیٹے محمدؐ کا حق بتلاتے تھے۔ تیسرے حضرت اسمٰعیل کی وفات کے ہی قائل نہ تھے۔ اور انہیں زندہ اور اُن کی امامت قایم سمجھتے تھے چوتھے موسیٰ کاظم کی امامت کو تسلیم کرتے تھے۔

یعنی چوتھے اثنا عشری کہلائے۔ اور باقی جنہوں نے حضرت اسمٰعیل کی امامت کو ایک یا دوسری طرح قبول کرا اسمٰعیلی کہلائے۔ اس کے بعد پھر مولانا سلیم وارثی کے اظہار حقیقت سے مدد لیتا ہوں۔ حضرت اسمٰعیل نے "دس برس امامت کرنے کے بعد اپنے صاحبزادے وہی کو امام مقرر کیا .... وہی کے بعد سے ظاہر تک سلسلہ امامت بلانزاع قایم رہا۔ حضرت طاہر کے دو صاحبزادہ ہوئے مستعلی اور مستنصر یہ دونوں صاحبزادے بھی دو ماؤں سے تھے۔ مستنصر بڑے تھے اور مستعلی چھوٹے۔ گو مستنصر امام مقرر ہو چکے تھے۔ لیکن مستعلی کو اُن کے رشتہ دار سپہ سالار نے جبراً تخت قاہرہ پر بٹھا دیا۔ مستنصر کے پیرووں پر گو سپہ سالار نے کتنے ہی ظلم کئے۔ لیکن مستنصر باللہ کی امامت قایم رہی۔

"مستنصر سے نزار امام ہوئے اور مستعلی سے عامر تخت نشین ہوئے .....
عامر کے اخلاق اچھے نہ تھے۔ عامر نے وزیر کے قتل کا ارادہ کیا ہی تھا کہ نزاریوں نے عامر کو قتل کر ڈالا۔ عامر کا لڑکا حمل میں تھا۔ جب پیدا ہوا اس کا نام طیب رکھا گیا پچھ عرصہ کے بعد یہ صاحبزادہ غائب ہو گئے۔ اور یہی غائب ابھی تک موجود ہیں۔ جن کا ظہور ہونیوالا ہے (ایسا ایک فریق اسمٰعیلی کا اعتقاد ہے اور انہیں کے پیرو ہندوستان کے بوہرے ہیں۔ مؤلف)۔ اُدھر حضرت مستنصر باللہ سے نزار امام ہوئے۔ چونکہ مستعلیوں کی وجہ سے حضرت نزار کی جان خطرے میں تھی حسن بن صباح داعی باوفا کے ساتھ حضرت نزار .... الگزنڈریہ کی طرف چلے گئے مستعلیوں نے

الگزنڈریہ پر چڑھائی کی۔ حاکم الگزنڈریہ مارا گیا۔ حضرت نزار قیدیوں کی شکل میں مصر لائے گئے۔ اور ہادی اپنے صاحبزادہ کو امامت سپرد کرنے کے بعد رحلت فرمائی حسن بن صباح مستعلیوں کے مظالم سے تنگ آکر ہادی کو لیکر نکلے۔ الموت آباد کیا۔ آخر تک الموت تمام ظاہر نزاریوں کا مسکن گاہ رہا۔ نزاریوں میں آجتک سلسلہ امامت قایم ہے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام ایران۔ قندھار سے سندھ وغیرہ ہوتے ہوئے بمبئی تشریف لائے۔ یہ بزرگ حضرت امام زمان سر سلطان محمد شاہ المعروف بہ آغاخان . . . . . کے جد امجد ہیں۔ درمیان میں ایک واسطے کے بعد جناب نامدار آغاخان صاحب نزاریوں کے امام مانے جاتے ہیں" (صفحات ۱۳ او ۱۴)

نزاریوں کے داعی باوفا حسن بن صباح سے لیکر اس فرقہ باطنی کے اب تک کے حالات بیان کرنا اس سلسلہ کا پہلا مقصد ہے۔

فصل دوم

حشاشین کی تواریخ

حسن بن صباح کا زمانہ

فرقہ نزاریہ حال مشہور آغاخانی کے طریقہ تبلیغ کی کہانی حسن بن صباح کی سوانحعمری سے ہی شروع کرنی مناسب ہے۔ کیونکہ اس کسمپرسی میں پڑے ہوئے گمنام فرقہ کو جہاں میں حسن بن صباح نے ہی شیطان کی طرح مشہور کردیا۔ اس بیان کے لئے مسلمان مورخوں نے جس باغ کی خوشہ چینی کی ہے اُسی باغباں سے میں مدد لونگا۔ اس باغبان کا نام "شیوالیر جوزف وان ہیمر" تھا۔ جس نے سلطنت عثمانیہ کی تواریخ

کی الجھنوں کو سلجھانے کے سوائے فرقہ نزاریہ کی تواریخ کو ترتیب دینے کے لئے
عربی۔ فارسی اور ترکی زبانوں کی ۳۵۔ اصل کتابوں کا بغور مطالعہ کیا۔ اور واقعات
کی تصدیق کے لئے خود فا اور رودبار کے کوہساروں کی بادیہ پیمائی کی۔ اس کی
تحقیقات اور تفتیش کا نتیجہ The history of the Assasins ہے جس کا
انگریزی زبان میں "اوسولڈ چارلس ووڈ۔ ایم۔ ڈی" نے ترجمہ کرکے ۱۸۳۵ء میں
چھپوایا تھا۔

حسن بن صباح کی سوانحعمری شروع کرنے سے پہلے وان ہیمر نے اسمٰعیلیوں کی
دعوت اسلام کے طریقے اور اُن کی تبلیغ کے لئے جو خفیہ درسگاہ مقرر تھی اُس کا
ذکر کیا ہے "اسمٰعیلی مذہب چونکہ اندرونی سازشوں اور رازداری کے طریقے
قایم ہوا تھا۔ لہذا اُس کے پیرو اپنے رموز صرف اُسی شخص پر ظاہر کیا کرتے تھے جو
اُن کا ہم عقیدہ ہو۔ اور اُن کی جماعت میں شریک ہو جائے۔ اسی مذہبی رازداری
کی ضرورت سے سب سے پہلے ایک بہت بڑا (Lodge) قصر افریقہ کے شہر قیروان
میں قایم ہوا۔ اور چند روز بعد جب مصر کا شہر قاہرہ فاطمیوں کا دار الخلافہ قرار
پایا تو وہ لاج بھی قیروان سے منتقل ہو کر قاہرہ میں آگیا۔ اس لاج کے پریسیڈنٹ
کا لقب "داعی الدعات" تھا۔ جو فری میسنوں کے گرینڈ ماسٹر کا قایم مقام تھا۔ مگر
اس (فاطمی) گرینڈ ماسٹر کے اختیارات بہت ہی زیادہ وسیع تھے۔ اس لاج میں
ہر ہفتہ دو صحبتیں ہوتی تھیں۔ جن میں صرف وہی لوگ شریک ہو سکتے تھے جو اپنے
درجہ کے لحاظ سے مجاز ہوں۔ ان جلسوں میں پوری رازداری سے کام لیا جاتا تھا
اور انہیں صحبتوں میں داعی الدعات بادشاہ یا خلیفہ سے ملکر اپنے رموز کے متعلق
وعظ کیا کرتا تھا۔ علامہ مقریضی کا بیان ہے کہ اس لاج کے پہلے سات ہی درجے
تھے مگر قاہرہ میں پہنچنے کے بعد نو ڈگریاں ہو گئیں جن کو لوگ حاصل کرکے اپنے مدارج

میں ترقی کرتے۔

پہلے درجہ میں نئے شریک جلسہ کے سامنے قرانی مذہب کی دشواریاں اور دین اسلام کے متعلق مختلف اقسام کے شبہات و شکوک پیش کئے جاتے تھے اور وہ اس وضع پر کہ نئے مرید کے دل میں اصلی رموز کو حل کرنے ان دشواریوں کے مٹانے اور شبہات کو دور کرنیکا بیتابانہ شوق پیدا ہو۔ تب چند معمولی اصول مذہب اسمٰعیلیہ اس پر ظاہر کئے جاتے۔ اور اس سے عہد لیا جاتا کہ اپنے معلم یا داعی کی ہر بات کو بے عذر اور بغیر کسی حجت و تکرار کے تسلیم کر لیگا۔

دوسرے درجہ میں مسئلہ امامت حل کیا جاتا اور وہ رموز ربانی بتائے جاتے جو امامت کے ساتھ وابستہ ہیں۔

تیسرے درجہ میں مذہب اسمٰعیلی کے خاص عقائد بتائے جاتے اور اس امر کی تعلیم ہوتی کہ اماموں کا شمار سات ہے۔ اور اسمٰعیل بن جعفر صادق سب سے بڑے امام تھے۔

چوتھے درجہ میں بہت بڑا اور اہم راز بتایا جاتا تھا کہ ابتدائے تخلیق عالم سے اسوقت تک صرف ناموس الٰہی یعنی صاحب شریعت پیغمبر ظاہر ہوئے ہیں۔ اُن میں ہر ایک نے ماسبق پیغمبر کی شریعت میں ضروری ترمیم کی۔ ان ساتوں پیغمبروں میں معجز نما قوت بیانیہ تھی۔ اس لیے کہ اُنہوں نے زور شور سے علی رؤس الاشہاد احکام ربانی ظاہر کر دئے۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک خاموش پیغمبر بھی تھا کہ بغیر کسی قسم کے تغیر اور تبدل کے اپنے ساتھ والے تقریر کرنے والے پیغمبر کو مضبوط کرے۔ وہ سات ناموس آلٰہی یہ تھے۔ آدم[1]۔ نوح[2]۔ ابراہیم[3]۔ موسیٰ[4]۔ مسیح[5]۔ محمد[6] اور اسمٰعیل[7] بن جعفر صادق۔ اور اُن کے ساتھ والے خاموش پیغمبر حسب ذیل تھے شیث[1]۔ سام[2]۔ اسمٰعیل[3]۔ ہارون[4]۔ شمعون[5]۔ علی[6] بن ابی طالب اور محمد بن اسمٰعیل[7]

بن جعفر صادق۔

پانچویں درجہ کی یہ تعلیم تھی کہ ہر خاموش پیغمبر نے ترویج دین کے لئے اپنی طرف سے بارہ داعی مقرر کئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا جاتا تھا کہ برکت و فضیلت کے لحاظ سے سات کا عدد بارہ کے عدد سے بڑھا ہوا ہے۔ پانچ نیچے کی ڈگریاں تھیں جن کی تعلیم میں عقائد اسماعیلیہ بتانے کے ساتھ کوشش اس امر کی کی جاتی تھی کہ مرید کے دل میں اپنے نقیبوں اور داعیوں کی بہت زیادہ وقعت پیدا ہو جائے اور آنکھیں بند کر کے ہر امر میں اپنے معلموں کی تقلید کرنے لگے۔ ان سے اوپر کی ڈگریوں میں ان سے زیادہ اہم رموز بتائے جاتے۔

چھٹے درجہ میں یہ اصول ذہن نشین کیا جاتا کہ احکام شرعی فلسفہ اور عقل کے تابع ہیں یعنی شرعی فلسفہ پر حاکم نہیں بلکہ فلسفہ شرح پر حاکم ہے۔

ساتویں درجہ میں اصوات کے رموز اور اُن کے قایم مقام حرفوں کی قوت بتائی جاتی تھی۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ علم جعفر کی تعلیم ہوتی تھی۔ جس میں اصوات اور اور حروف کی قوت سے بڑا کام لیا گیا ہے۔ اس فن کو وہ ایک بہت بڑا رمز ربانی تصور کرتے تھے۔

آٹھویں درجہ میں حرکات و افعال انسانی کا باہمی اتحاد بتایا جاتا تھا۔ اور نویں درجہ میں یہ آخری سبق تھا کہ یقین کسی چیز کا نہ کرنا چاہیئے۔ اور جرأت ہر امر میں اور ہر کام کے لئے ضروری ہے۔

الغرض جن واقعات کا آگے بیان ہوگا اُن کے زمانہ میں مصر کے اندر بہت بڑا اسمٰعیلی راج قایم تھا اور اپنے نقیبوں اور داعیوں کو ترویج اسمٰعیلیہ کے لئے اطراف عالم میں پھیلا رہا تھا۔ یہ داعی دور دراز ملکوں میں جا کے چپکے ہی چپکے لوگوں پر اپنا اثر ڈالتے تھے۔ اور اسماعیلیوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔

حسن بن صباح کون تھے؟

اس حسن کی نسبت ارباب تواریخ میں یہ بات مشہور ہے کہ اُس کا نسب محمد بن صباح جری سے ملتا ہے۔ مگر خواجہ نظام الملک کے وصایا میں اس امر کی تردید کی ہے۔

اور کہا ہے کہ جب میں نیشاپور میں طالب علمی کو آیا تو لوگوں سے حسن بیان کرتا تھا کہ میں نسل عرب سے ہوں۔ خاندان صباح جری سے میرا باپ یمن سے کوفہ میں آیا۔ کوفہ سے قم میں اور قم سے رے میں آرہا تھا۔ مگر اہل خراسان خصوصاً اہل طوس کہتے ہیں کہ یہ قول اُس کا نہیں ہے۔ اس صحیح کے اسلاف اس ملک کے کسان تھے۔

خواجہ نظام الملک حسن نے اپنے وصایا میں حسن کی عیاری اور غداری کی۔ طویل طویل داستان لکھی ہے۔ اور اس امر میں اس کے سخت شاکی ہیں۔ اور اُس کے باپ کا نام علی کہتے ہیں۔ اور اُس کا بھی عقیدہ فاسد اور خباثت طینت کو بیان کرتے ہیں۔ کہ علی رے کا باشندہ تھا۔ ابو مسلم حاکم رے ایک دین دار شخص تھا۔ اس لئے علی سے نفرت کرتا تھا۔ علی ہمیشہ ابو مسلم کے سامنے اپنے عقیدے کی صفائی ظاہر کرتا اور قسمیں کھاتا۔ اُسی زمانہ نیشاپور میں امام موفق بعمر زاید از ستّر سال طلبا کو درس دیا کرتے تھے۔ اور اُن کے درس کی یہ برکت تھی کہ اُن کے یہاں کے طالب علم غالباً کسی نہ کسی مرتبہ کو پہنچ جاتے تھے۔ حسن کے باپ نے کہ اسمٰعیلی المذہب تھا اپنی طرف سے مسلمانوں کی اس بدظنی کو دفع کرنے کے لئے حسن کو نیشاپور لیجاکر امام موفق کے حلقہ درس میں داخل کیا۔ اس کے ساتھ ہی دو اور طالب علم داخل ہوئے جن میں سے ایک کا نام عمر تھا۔ جو آخر کار ایک مشہور شاعر عمر خیام کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور دوسرے کا نام بھی حسن تھا۔ جو آخر کار شاہ الپ ارسلان کے وزیر اعظم بنکر نظام الملک طوسی کے نام سے مدت تک جاہ و جلال کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔ ان تینوں کا آپس میں یہ معاہدہ ہوگیا کہ تم سے جو شخص

مرتبہ امارت کو پہنچے اُس کی دولت تینوں میں علی السویہ مشترک سمجھی جائیگی۔ خواجہ نظام الملک
جب الپ ارسلان کے وزیر اعظم مقرر ہو گئے تو عمر خیام اُن سے ملے۔ خواجہ نے
اس کا معقول بندوبست کر دیا۔ عمر خیام نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور علوم کے
پھیلانے میں مشغول ہو گئے۔ حسن بن صباح کے ساتھ الپ ارسلان کے عہد میں
تو کوئی سلوک نہ ہوا۔ لیکن جب سلطان ملک شاہ تخت نشین ہوئے تو اُس سے
نظام الملک نے حسن کو ملا دیا۔ جس نے سلطان کے مزاج میں بہت دخل پیدا کر لیا
سلطان نے ایک روز خواجہ نظام الملک سے پوچھا کہ بھلا کتنے دنوں میں تمام
ملک کے جمع خرچ کا حساب مرتب کرینگے۔ خواجہ نے کہا دو برس میں۔ سلطان نے
کہا یہ مدت بہت زیادہ ہے۔ حسن نے سلطان سے وعدہ کیا کہ اس خدمت کو
فدوی چالیس دن میں انجام دیسکتا ہے۔ چنانچہ حسن بن صباح اس کام پر مامور
ہوا اور سارا حساب طے کر کے پیش کرنے کے لئے لے گیا۔ حسن کے نوکر کے پاس یہ
دفتر تہا۔ اور وہ دربار سے باہر لئے کھڑا تھا۔ خواجہ نے وہ کاغذات دیکھنے کے
بہانہ سے لیکر زمین پر ڈالدیئے۔ تمام کاغذات پریشان ہو گئے۔ نوکر نے اُن کو
جمع کر کے رکھ لیا۔ اور حسن سے یہ بات نہ کہی۔ حسن جب وہ کاغذات سلطان کو ملاحظہ
کرانے لگا تو اُن کو بالکل ابتر پایا۔ حسن سے جب سلطان نے سوال کئے تو ہاں
ہوں کرنے لگا۔ سلطان نے ملول ہو کر فرمایا کہ تعلل کا کیا سبب ہے۔ نظام الملک
نے عرض کیا کہ واقف کار لوگ جس کام کی دو برس کی مہلت چاہتے ہیں اُن کو ایک
ناواقف چالیس روز میں کیسے پورا کر سکتا ہے۔ سلطان حسن سے ناخوش ہو گیا۔ اور
حسن چھوڑ کر دربار کو چلا گیا۔ اوپر کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ جہاں حسن کی ذہانت اور
لیاقت کمال کی تھی وہاں وہ اپنے مربی کا غلام حلقہ بگوش نہیں بن سکتا تھا کیونکہ اُس کے
دماغ کے اندر وہ زبردست خیالات چکر کاٹ رہے تھے جنہوں نے اُسے آخر کار تاجدار اور

کو کنپانے والا اور دنیا میں ایک تہلکہ مچا دینے والا سردار بنا دیا۔

رود بار سے اصفہان کو گیا۔ اور وہاں کے رئیس ابوفضل کے یہاں چھپ رہا جسکی طبیعت پر قابو پاکر اُسے اپنا گرویدہ بنالیا۔ ایک دن ملک شاہ اور اُس کے وزیر کے متعلق اپنی ساری داستان سُناکر اُس نے خاتمہ پر کہا کہ اگر میرے پاس دو دل سوز دوست ہوں جو میرے حکم کی تعمیل کریں تو فی الفور تُرک اور کسان (یعنی سلطان اور اس کے وزیر) کی طاقت کو پلٹا دوں۔

ان خیالات کے اظہار پر رئیس ابوفضل نے اُسے دیوانہ سمجھا۔ کیونکہ اتنے بڑے جلیل القدر سلطان کے مقابلہ میں دو نفوس کیا کر سکتے ہیں۔ رئیس ابوفضل نے بوقت طعام حسن کے سامنے کھانے پینے کی چیزوں میں کیسر کی آمیزش سے بنی ہوئی اشیا رکھیں۔ جن سے مراد یہ تھی کہ اس کا دماغ درست ہو جائے۔ حسن اس اشارہ کو سمجھ گیا۔ اور کوچ کی تیاری کر دی۔ پھر امیر فضل نے اپنی فصاحت سے بہت کوشش حسن کو ٹھہرانے کے لئے کی۔ مگر اُس کی ایک پیش نہ گئی۔ اور حسن وہاں سے جلدی مصر کو چلا گیا۔ اور اسی جگہ حسن کی عظمت کی بنیاد پڑی۔

اسمٰعیلی خلافت کا پہلا شیخ الجبل

مصر پہنچنے سے پہلے جس طرح حسن بن صباح کے خیالات میں تبدیلی ہوئی۔ اس کا حال حسن کے الفاظ میں مرآۃ الزمن اور تقویم التاریخ میں درج ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے بارہ اماموں پر اعتقاد رکھتا تھا جیسا کہ آبائی اعتقاد چلا آیا تھا۔ گو "فرقہ امامیہ" میں سے تھا۔ پھر امیر داراب سے بات چیت میں فرقہ اسمٰعیلیہ کا حال معلوم ہوا۔ اثر تو اس کے دل پر بہت ہوا۔ لیکن علانیہ تبدیلی خیالات کے اظہار کا حوصلہ نہ تھا۔ پھر بیمار ہونے پر یہ منت مانی کہ اگر خداوند تعالیٰ شفا بخشے تو اسمٰعیلی ہو جاؤنگا۔ چنانچہ صحت پانی پر ابونجم سراج سے اسمٰعیلیوں

کے سارے اصول سمجھے۔ اور پھر مومن نامی داعی کے ذریعہ فاطمی خلیفہ سے بیعت کرنی چاہی۔ اور شیخ عبد الملک کے مقام رے میں پہنچا۔ اُن سے داعی کا عہدہ حاصل کیا۔ اور اُن کے فرمان کے مطابق خلیفہ امام مستنصر کی بیعت کے لئے مصر چلا گیا۔

حسن بن صباح کی علمیت کا شہرہ اُس سے پہلے ہی مصر میں پہنچ چکا تھا۔ اور خلیفہ مستنصر کو ایسے بے بہا انسانی جواہر کی دستیابی پر بڑی خوشی ہوئی۔ داعی الدعات کو معہ دیگر معززین کے حسن کی پیشوائی کے لئے بھیجا گیا۔ حسن کو شہر کے درمیان ایک محل میں رہائش دی گئی۔ اور اُسے دولت و عزت سے مالا مال کر دیا گیا۔ حسن اٹھارہ مہینہ قاہرہ میں رہا۔ اور اس عرصہ میں اس کا اقتدار اتنا بڑھا کہ لوگوں میں اس کا وزیر اعظم بننے کا چرچا ہونے لگا۔ مگر مصر کے سپہ سالار امیر جیوش بدر جمالی سے حسن کی بگڑ گئی۔ وجہ یہ تھی کہ اُس وقت خلیفہ نے نزار کو ولیعہد قرار دیا تھا جس کے حق میں حسن نے آواز اُٹھائی۔ لیکن بدر جمالی مستعلی کا جانب دار تھا۔ سپہ سالار نے اپنی دشمنی کے اظہار کے لئے اور طریقے بھی استعمال کئے۔ لیکن آخر کار خلیفہ کو مجبور کیا۔ کہ حسن کو قلعہ دستیا میں قید کر دے۔ اسی موقعہ پر شہر کا ایک زبردست قلعہ گر گیا۔ لوگوں نے اُسے حسن کے حق میں معجزہ سمجھا۔ تب اُس کے دشمنوں نے اُسے ایک افریقہ کے روانہ ہونے والے جہاز میں ڈال کر رخصت کر دیا۔ جہاز ہوا کے طوفان میں پھنس گیا۔ اور سارے جہازیوں کے چہروں پہ ہوائیاں اُڑنے لگیں لیکن حسن مطمئن دیکھا گیا۔ وجہ پوچھنے پر اُس نے کہا کہ سیدنا نے وعدہ کیا ہے کہ مجھ پر کوئی آفت نہ آوے گی۔ سمندر کی لہریں بند ہو گئیں۔ اور مطلع صاف ہو گیا۔ جہاز کے کل مسافر حسن کے معتقد ہو گئے۔ جہاز افریقہ کو روانہ کیا گیا تھا۔ لیکن حسن کے ستارہ نے اُس کی یاوری کی اور ہوا کا بہاؤ جہاز کو عرض شام کی طرف لے گیا۔ حسن جہاز سے اُتر کر الیپو کو روانہ ہوا۔ وہاں سے بغداد۔ قہستان۔ اصفہان۔ یزد اور کرمان کی سیر کرتا ہوا

وہ اصفہان لوٹ آیا۔ وہاں چار ماہ اور قہتان میں تین ماہ رہکر اُس نے تین برس تک دمشق میں بود و باش اختیار کی۔ اور گرد و نواح میں بے شمار معتقد بنائے۔ روضۃ الصفا میں لکہا ہے کہ اسمٰعیلیہ حسن کو سیدنا کہتے ہیں۔ حسن نے رود بار پہنچنے سے پہلے کچھہ اپنے آدمی الموت کو بھیجے تاکہ وہاں کی رعایا کو مذہب نزار کی طرف دعوت کریں۔ حسین قاین ایک داعی کی کوشش سے رعایا الموت اسمٰعیلی مذہب میں داخل ہو گئی۔ سلطان جلال الدین ملک شاہ کی طرف سے مہدی علوی یہاں کا حکمراں تہا۔ جو بظاہر اسمٰعیلیہ کی طرفداری کرتا تہا۔ اور باطن میں اُن کے مخالف تہا۔ جب مہدی نے دیکہا کہ اسمٰعیلیہ نے یہاں تک قوت پیدا کر لی ہے کہ قلعہ ہاتھ سے جاتا ہے تو ایک دن شب کے وقت فریب سے سارے اسمٰعیلیہ کو قلعہ سے نکال دیا۔ اور کہا کہ قلعہ سلطان کا ہے۔ غیر کا اسمیں کیا کام ہے۔ اسمٰعیلیہ اور مہدی میں باہمی گفت و شنید ہوئی جسکا آخری نتیجہ یہ نکلا کہ مہدی نے سب کو قلعہ میں واپس بُلا لیا۔ اب اسمٰعیلیہ اس سے ہوشیار رہنے لگے۔ بلکہ ایک شب مہدی کی غفلت میں حسن کو قلعہ پر بُلا لیا۔ یہ واقعہ چہارشنبہ آخر ماہ رجب ۴۸۳ھ کا ہے۔ حسن نے مہدی کے ساتھ بڑی چال چلی۔ اُس نے کہا کہ میں یہاں کی زمین اپنی عبادت اور سکونت کے لیے مُفت لینا نہیں چاہتا۔ میرے ہاتھ چرسہ بھر زمین تین ہزار دینار میں فروخت کر دو۔ مہدی راضی ہو گیا۔ حسن نے اُس چرسہ کے باریک تسمہ کٹوا کر تمام قلعہ کے آس پاس بچھوا دیے۔ اور اُس کی قیمت کے ادا کرنے کے لئے ایک رقعہ رئیس مظفر حاکم کرد کوہ کے نام لکہدیا جس کا مضمون حسب ذیل تہا۔

”رئیس مظفر مہدی بن علی کو قلعہ الموت کی قیمت کے تین ہزار دینار ادا کردو رسول اور اُسکی آل سلامت ہے۔ ہمارے لئے اعلیٰ حاکم خداوند تعالیٰ بس ہے“۔

اس طرح میر مہدی کو نکالکر حسن بن صباح قلعہ الموت کا مالک بن گیا۔

جہدی کو یقین نہیں آیا تہا کہ رئیس مظفر جو سلطنت سلجوک کا ایک مشہور نائب ہے۔ حسن جیسے آوارہ گرد سیاح کی بات کی پرواہ کریگا۔ لیکن جب اُس نے وہ رقعہ پیش کیا تو رئیس مظفر نے فوراً تین ہزار دینار جہدی کو ادا کر دئے۔ اصل بات یہ تھی کہ مدت سے خفیہ طور پر رئیس مظفر اسمٰعیلی بن چکا تہا۔ اور حسن بن صباح کا پکا چیلہ ہو گیا تہا۔

کتاب اصفہانی بہجۃ العالم میں عبارت خاں بیان کرتا ہے کہ رودبار قزوین کے شمال میں چھ فرسخ کے فاصلہ پر ہے اُس میں پچاس قلعے موجود ہیں۔ جن میں سے بہتر قلعہ الموت ہے۔ یہ قلعہ اسمٰعیلیہ کا دار الملک تہا۔ اور اقلیم چہارم میں داخل ہے اس قلعہ کی وجہ تسمیہ برہان قاطع میں یہ لکھی ہے "الموت بمد الف اور لام کے نحوں سے جبروت کے وزن پر قلعہ کا نام ہے .... اس قلعہ کو نہایت بلند ہونیکی وجہ سے آلہ اموت کہا کرتے تھے۔ جس کے لفظی معنی عقاب کا گھونسلا ہے .... عقاب اونچے مقامات پر گھونسلا رکہتا ہے۔ اس لئے بلندی کی وجہ سے اس قلعہ کا نام بھی آلہ اموت مقرر کیا گیا۔ جو کثرت استعمال سے الموت ہو گیا۔ اس نام کے حروف سے ع د بحساب جمل جمع کئے جائیں تو حسن بن صباح کی اس قلعہ میں داخل ہونیکی تاریخ نکلتی ہے"

سنہ ۴۸۳ھ تک قہستان اور رودبار کے سارے قلعے حسن کے قبضہ میں آگئے مذہب نزاریہ کو بڑی رونق حاصل ہوئی۔ حسن نے اس مذہب میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

نزاریہ فرقہ کے مقلدوں کو حشاشین کا لقب ملا تہا۔ اور حسن بن صباح اور اُس کے جانشین شیخ الجبل کہے جاتے تہے۔ اب تک اسماعیلیوں کے داعی اور رفیق ہی ہوتے تھے۔ لیکن قلعہ الموت کو مضبوط بنا لئے اور اس کے اندر

سب سامان ٹھیک کر کے دیوار سنگین کی بُنیاد ڈالنے کے بعد حسن بن صباح نے اپنے مذہب کی خاص طور پر اشاعت کا انتظام شروع کیا۔ یہاں بقول آغاخانیوں کے نزار کا لڑکا ہادی حسن بن صباح کے ساتھ آیا۔ اور یہاں ہی اس کی رہائش کا انتظام ہوا۔ وہ اور اُس کے ورثار تو امام کہلاتے رہے۔ اور حسن بن صباح اور اس کے جانشین شیخ الجبل کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور اُنہوں نے داعی اور رفیق کے ساتھ فدائیوں کا ایک گروہ بھی پیدا کیا۔ اور انہیں کی وجہ سے اس فرقہ کا نام حشاشین مشہور ہوا۔ اور جب صلیب کی مذہبی جنگ میں شامل ہونے والے عیسائی حکمرانوں نے ان فدائیوں کو خنجر کے ذریعے خفیہ قتل عام کرتے دیکھا تو اُن کا نام اساسن Assasen رکھا Assasin اُس قاتل کو کہتے ہیں — جو خفیہ طور پر قتل کر ڈالے۔ چنانچہ انگریزی جملہ ڈکشنریوں میں اس لفظ کا مخرج حشاشین کو ہی لکھا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی جلد دوم میں ہے کہ حسن جو سیدنا شیخ الجبل کہلاتا تھا سے دوسرے درجہ پر داعی الکبار تھے۔ جو اُن تینوں ضلعوں پر حکومت کرتے تھے جن پر حسن بن صباح کا قبضہ تھا اُن کے ماتحت عام داعی تھے۔ جو پورے طور پر خفیہ اصولوں سے واقف تھے اور اُن کو پھیلاتے۔ چوتھے درجہ پر رفیق تھے۔ اور یہی ترقی پا کر داعی کے رتبہ کو پہنچ جاتے تھے۔ پانچواں درجہ فدائیوں کا تھا یہ سب جوان آدمی ہوتے تھے اور انہیں میں کسی کو قتل کرنے یا کسی اور سخت ضرورت کے لئے منتخب کیا جاتا تھا۔ جن کو کسی کام کی ضرورت ہوتی تھی تو فدائی کو حشیش پلائی جاتی تھی۔ جو بھنگ کے پتوں سے بنتی تھی۔ اسی وجہ سے ان کو حشاشین کہنے لگے اور بہت ہی تھوڑے سے تغیر سے یہ لفظ اساسن ہو گیا۔ اور یورپ کی کل زبانوں میں موجود ہے۔ اساسن کا معنی یورپین زبانوں میں اُس قاتل کا ہے جو گھات سے

مار ڈالے۔ جس وقت فدائی اُس بیہوشی کی حالت میں شیخ کے نہایت خوبصورت
باغ میں چھوڑ دئے جاتے تھے تو اُن کو یقین دلایا جاتا تھا کہ جنت کا باغ شیخ کی مہربانی
سے ملسکتا ہے۔ اور اُن کو اس کے احکام کی تعمیل کی ترغیب دیجاتی تھی چھٹے درجہ کے
لوگ لاسک تھے جسکا ترجمہ نوآموز اور مبتدی ہے۔ اور ساتویں درجہ عوام تھے
اس گروہ حشاشین نے بڑی بڑی سختیاں کی تھیں۔ دو صدی تک اطراف و
جوانب میں تہلکہ ڈالدیا تھا۔ بڑے بڑے آدمیوں کو جو شیخ سے مخالفت رکھتے
یا اس کی مذہبی تبلیغ کے برخلاف بولتے اُنہوں نے مار ڈالا۔ سب سے اول خواجہ
حسن نظام الملک وزیر اعظم سلطان ملک شاہ کو قتل کیا۔ پھر اس کے بیٹے کو خنجر سے
ہلاک کیا۔ سلجوکی سلطان ملک شاہ کا زہر سے مرنا بھی انہیں کی سازش سے
سمجھا جاتا ہے۔ یہ فدائی ممالک میں پھیل گئے تھے۔ اب بھی اُن کے چھوٹے چھوٹے
گروہ ملک شام کے پہاڑوں میں موجود ہیں جو علمار فرقہ اسمٰعیلیہ کے خلاف تھے
اُن کو بین بین کران فدائیوں نے ہر ایک طرح کے گھات سے قتل کر ڈالا۔ کسی کو شاگرد
بنکر مار ڈالتے۔ کسی کو خدمتگار بنکر قتل کر ڈالتے۔ اس لئے ہر ایک مذہب کے
علماران سے ڈرنے لگے۔ اور حسن کے خلاف منہ سے کوئی لفظ نکالنا بند کر دیا
فدائیوں کا یہ حال تھا کہ جب سلطان سنجر نے قلعہ الموت کی تباہی کے لئے کئی بار
سپاہ بھیجی تو حسن نے اُس کے نوکر کو جو نہایت مقرب تھا اور حسن کا عقیدتمند تھا
حکم دیا کہ جب سلطان سوتا ہو تو اُس کے سرہانے ایک چھری زمین میں گاڑ
دے۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ جب سلطان بیدار ہوا تو اس کے دل میں اس بات
سے بڑا اندیشہ پیدا ہوا۔ تھوڑے دنوں کے بعد حسن نے کہلا بھیجا کہ اگر مجھے آپ سے
محبت نہ ہوتی تو وہ چھری جو زمین سخت میں گڑوائی گئی تھی آپ کے سینہ نرم
میں گڑوائی جاتی۔ اس پر سلطان نے حسن سے صلح کر لی۔ اور اسی وجہ سے

حسن کا کام زیادہ ترقی کرنے لگا۔ حسن نے اپنے ایک بیٹے حسین نامی کو حسین قائنی فاتح قہستان کے جرم قتل کی سزا میں مروا ڈالا۔ اور دوسرے بیٹے کو شراب نوشی کی علت میں مروا دیا ۔ گویا اُس نے اپنی اُمت کے روبرو ایک ہیبت ناک واضح مثال اس بات کی رکھی کہ سیدنا کی نافرمانی کا ایسا حشر ہوتا ہے۔ بتاریخ ۸ ربیع الثانی ۵۱۸ھ ہجری مطابق ۱۱۲۴ء کو حسن بن صباح کا انتقال ہوگیا۔ گویا ۳۵ برس تک خون کی ندّیاں بہانے کے بعد حسن بن صباح نے آرام کے ساتھ اپنی جان موت کے حوالہ کی۔

جس وقت حسن بن صباح نے ستّر برس کی عمر میں وفات پائی اُسوقت اُس کے داعی خراساں اور شام کی حدود تک برابر اُس کے باطنی مذہب کی اشاعت کر چکے تھے۔ تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہ اور لاکھوں دیندار مسلمانوں کے راہبر علماء اور فضلا اپنی گدّی پر بیٹھے اس کے فدائیوں کے خوف سے کانپ رہے تھے جب سے الموت کے قلعہ میں وہ جاگزیں ہوا تب سے ۳۵ برس کے عرصہ میں صرف دو مرتبہ قلعہ کے مورچوں کے چبوترے پر آیا۔ باقی ایام اُس نے ایک ہی جگہ جم کر گذارے جس طرح وہ ایک ہی قصر میں جما تھا اُسی طرح سے اُس کا من بھی ایک ہی خیال میں مست تھا۔ یعنی یہ کہ اُس کا باطنی مذہب ساری دنیا میں پھیل جائے اور اس کے لئے جس قدر خون خچر کرنے اور جتنی بادشاہتوں میں انقلاب لانیکی ضرورت ہو وہ پایۂ تکمیل کو پہنچ جاویں۔ اُس نے فدائیوں کے لئے قانون بنائے اور ایک ہی مرکز میں بیٹھے ہوئے سینکڑوں کوس تک اپنے قلم کے زور سے خنجر چلوائے جہاں اُس کے فرقہ نزاریہ کو جڑ سے اُکھاڑنے کی فکر میں اُس وقت کی مسلمانی بادشاہتیں تھیں وہاں حسن بن صباح کے فدائی بادشاہوں وزیروں عالموں اور عام آدمیوں کے خون کے پیاسے خنجر بغل میں لئے پھرتے تھے۔

نزاریوں کا فردوس بریں

حسن بن صباح نے اپنے فدائیوں سے خونخواری کے کام کرانے کے لئے جو بہشت بنایا ہوا تھا

اُس کا پتہ یورپ کی دنیا کو پہلے پہل سیاح مارکو پولو نے دیا ہے۔ پہلے لوگ اُس بیان کو اعتبار کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ لیکن جب اس کی تصدیق عربی مصنّفوں نے بھی کی تب اُنمیں کوئی شبہہ باقی نہ رہا۔ مارکو پولو کا بیان اُس مصنوعی بہشت کے بارہ میں اسطرح پر ہے۔

فارس اور اسیریا دونوں کے مرکزی حصّوں میں اپنی قلعہ الموت اور قلعہ مصیئت میں بڑی اونچی دیواروں اور باغات سے گھری ہوئی جگہیں تھیں۔ جو سچ مچ مشرق کے بہشت کا نمونہ تھیں۔ اُن میں پھولوں کی کیاریاں پھلدار درختوں کے جھنڈ تھے۔ جن میں نہریں بہ رہی تھیں۔ سایہ دار سڑکوں اور سبز مرغزاروں کے قدم قدم پر پانی کے بلبلے اُٹھ رہے تھے۔ گلاب اور انگوروں کی کنجیں عشرت کے سامانوں سے مرصع کمرے معہ چینی گلدستہ دان جن میں فارس کے غالیچے اور یونان کے قیمتی کپڑے بچھے ہوئے تھے۔ جہاں سونے چاندی اور بلور کی طشتریوں پر انہیں دہاتوں کے شراب پینے کے پیالے رکھے ہوئے تھے۔ کالی آنکھوں والی خوش آیند کنواری لڑکیاں اور خوبصورت لڑکے جن کے بدن ویسے ہی نرم تھے جیسے نرم گدیلوں اور تکیوں پر وہ آرام کر رہے تھے ایسے ہی مدہوش کرنے والے تھیں کہ وہ شراب جو وہ جنّتی کی نذر کرتے تھے طاہران خوش الحان کی چہچہاہٹ اور فرہنگ کے ساتھ حوروں کا سُر ملانا نہروں کے ولولہ کے ساتھ ایک سماں باندھ دیتے تھے۔ ہر در و دیوار سے سرور اشتیاق اور شہوت پرستی ٹپک رہی تھی۔ جو جوان آدمی اپنی جسمانی طاقت اور قوت ارادی کے لحاظ سے لایق سمجھا جاتا تھا اُسے حشاشین کی فدائی خدمت کے لئے چُن کر

"داعی الدعاۃ۔ کے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے دستر خوان پر شامل کیا جاتا تھا تب اُس کو حشیش کا پیالہ پلا کر بیہوش کردیا جاتا اور باغ میں پہنچا دیا جاتا۔ جاگنے پر وہ سمجھتا کہ میں سچ مچ بہشت میں پہنچ گیا۔ بہشت کے جس قدر مزے رسول اللہ نے اقرار کئے ہیں جب اُن کا حظ اُٹھا لیتا اور چمکتے ہوئے شراب کے پیالوں اور حوروں کی آنکھوں کا شکار ہو کر جب وہ ناطاقت ہو کر بیہوش ہو جاتا تب وہ پھر شیخ کے سامنے لایا جاتا۔ جہاں کچھ گھنٹوں کے پیچھے وہ اپنے آپکو شیخ کے قدموں میں پاتا۔ شیخ اُس کو یقین دلاتا کہ اُس کا جسم یہیں پڑا رہا اور اسکی روح نے ہی بہشت کی سیر کی ہے۔ جہاں اسکو اُس مزہ کا احساس ہی ہوا ہے جو شیخ کی فرمانبرداری اور اعتقاد کی خدمت کے بعد اُسے واقعی نصیب ہوگا اُس کا ایسا اثر ہوتا کہ اُس نوجوان سے جو کچھ بھی کشت و خون کا کام کرانے کے لئے حکم ہوتا تو وہ اسکی دل و جان سے تعمیل کرتا حضرت محمد صاحب نے قرآن میں جو اقرار مومنوں سے کیا ہے اور جسے بہت لوگ خالی اور بے معنی دعاوی قرار دیتے تھے اُس فدائی نے واقعی محسوس کیا۔ اور بہشت کے اُن مزوں کی تمنا میں وہ جہنمی کام کرنے سے نہیں گھبراتے تھے۔"

اس بہشتی تمنا میں نزاریوں نے جو خون خرابے کئے اُن سے اسوقت کے مسلمان بھی انکار نہیں کرتے۔ چنانچہ خواجہ حسن نظامی صاحب اپنی فاطمی دعوت اسلام کے صفحہ ۹۴ و ۹۵ پر لکھتے ہیں۔

مسلمان فرقوں میں کوئی ایسا فرقہ نہیں مل سکتا جو جوش جانبازی اور سرفروشانہ سرگرمی میں نزاریوں کی برابری کر سکے۔ بلکہ دنیا کے کسی مذہب والے نے اپنے خیالات کی اشاعت میں اتنی عمیق سعی نہ کی ہوگی۔ اس گروہ میں ایسے ایسے عجیب وغریب دماغ کے آدمی پیدا ہوئے جنھوں نے جنوں کی حد سے بھی

گذر کر دعوت کا کام کیا حسن بن صباح کے فدائیوں کی خونخواریاں کیسی ہی مذموم سمجھی جائیں لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اسکی سفاکی میں بھی دعوت کا ایک ولولہ پایا جاتا ہے۔ ایسا ہی اگر انہوں نے ہر قوم کے ہر عقائد سے اپنے عقائد کو خلط ملط کرکے دکہانے اور اُن کو اسلامی عقائد سے مانوس کرنیکی تدبیریں کیں تو گو انمیں ایک قسم کا مغالطہ پایا جاتا ہے۔ تاہم دعوت کی حکمت عملی پر اُس سے روشنی پڑتی ہے"

یہاں صرف اسقدر دکھلانا مقصود ہے کہ حسن بن صباح کا طریقہ تبلیغ اسوقت تک برابر سلسلہ وار چلا آیا ہے۔ اسمیں فرق ہوا ہے تو صرف مُلک زمانہ اور حالت کی ضرورت کے مطابق۔ جب آغاخانیوں کی دعوت کے طریقوں کی پڑتال ہوگی اسوقت معلوم ہوگا کہ حسن بن صباح کی قایم کی ہوئی فدائی سپرٹ ابتک اسی طرح کام کر رہی ہے۔ مگر اُس کا موقع بہت آگے چلکر آئیگا۔

دوسرا شیخ الجبل کیا بزرگ اُمیّہ

جب حسن بن صباح کو اپنی موت کا گمان ہوا تو اُس نے اپنے مقبول داعی کیا بزرگ اُمیّہ کو اپنا جانشین قرار دیا۔ حسن کے بعد کیا بزرگ نے چودہ برس تک نزاریہ فرقہ کو چلایا۔ لیکن اُسی اصول پر جو اُس کا شیخ جاری کر گیا تہا۔ اُس کے فدائی بھی ویسا ہی کہرام مچاتے رہے۔ ایک مرتبہ بہت سے حکمرانوں نے ملک الموت کے فتنہ کا خاتمہ کرنا چاہا۔ اور سلطان سنجر کے جانشین سلطان محمود نے اُس مہم میں اپنی ساری قوت صرف کردی۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے لئے قلعہ الموت پر قبضہ بھی کر لیا۔ مگر پھر نزاریوں نے اُن کو محروم کر دیا۔ انہیں دنوں ابوہاشم فاطمی نے شہر گیلان میں دعویٰ امامت کیا تہا۔ اس پر فوج کشی کرکے کیا بزرگ نے انہیں پسپا کیا اور بڑے ظلم سے اُن کو جلا دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمود بھی نزاریوں کی سازش سے ہی جاں بحق ہوئے
اور تب فدائیوں نے کوئین پر حملہ کر کے دو سو گھوڑے چھین لئے۔ ایک سو ترکمانوں
کو قتل کرنے کے بعد بیس شہریوں کو گرفتار کر کے لے آئے۔ شہزادہ خوارزم
نے محمود کے جانشین سلطان مسعود سے اسمٰعیلیوں کے نیست و نابود کرنیکا مشورہ
کیا۔ اس سے خوش ہو کر سلطان مسعود نے شہزادہ خوارزم کے حوالے برکن شاہ سکاری
کا علاقہ کر دیا۔ برکن شاہ بھاگ کر قلعہ الموت کے شیخ کے پاس چلا گیا۔ حالانکہ
وہ نزاریوں کا دشمن رہ چکا تھا۔ تاہم شیخ کیا بزرگ نے اُسے خوش آمدید
کہا۔ شہزادہ خوارزم نے شیخ الجبل کو کہلا بھیجا کہ برکن شاہ تمہارا دشمن تھا اور
میں دوست رہا۔ اُس کو میرے حوالہ کر دو۔ جواب ملا کہ یہ سب ٹھیک ہے۔
لیکن میں اپنے آوردوں کو اُن کے دشمنوں کے حوالہ نہیں کیا کرتا۔ اس طرح پر
خوارزم شاہ اور شیخ کیا بزرگ میں باہم نقیض بڑھ گیا۔ شام کا قلعہ بنیاس اُن کا
مرکز تھا اور گرد نواح کے بہت سے قلعے اُن کے قبضہ میں آ گئے۔ اس جگہ کئی فرمانرواؤں
نے اُن پر حملے کئے۔ لیکن ان کی حکمت عملی کے سامنے کسی کی ایک پیش نہ گئی۔ اسی
شیخ الجبل کے عہد حکومت میں یورپین عیسائیوں نے یروشلم پر حملہ کیا۔ اُن جنگجوؤں
نے ان فدائیوں سے اپنے نج کے جھگڑوں میں مدد لی اور پھر انہیں کی تقلید
میں اپنے عیسائی فرقے قایم کئے۔ جن کے قایم مقام آخر کار جسویٹ (Jesuits)
فرقہ کے رومن کیتھولک عیسائیوں نے خفیہ مظالم کی دھوم مچا دی۔ الموت کی
طرح قلعہ بنیاس بھی نزاریوں کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ مگر پھر نزاریوں کے
قبضہ میں آ گیا۔

کیا بزرگ کے عہد حکومت میں فدائیوں نے بہت سے نامور شخصوں کو اپنے
خنجر کا شکار کیا۔ پہلے قاسم الدولت الشکور پورش حاکم موسل پر آٹھ فدائیوں نے

خنجر سے حملہ کر دیا جو درویشوں کی شکل بنائے پہنچ گئے تھے وہ زرہ بکتر پہنے ہوئے تہا۔ اُس نے ان قاتلوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن قبل اس کے کہ اس کے محافظ پہنچیں ایک کاری زخم لگ گیا۔ اور وہ جاں بحق ہوا۔ حملہ آور قاتلوں میں سے سات تو اُسی وقت مارے گئے ایک بچ گیا۔ اُسکی والدہ یہ سمجھکر کہ شیخ پر قربان ہوکر بہشت میں گیا۔ اچھی پوشاک اور زیور پہنکر خوشیاں منانے لگی۔ لیکن جب اپنے لڑکے کو زندہ دیکھا تو مارے رنج کے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے اور اپنا منھ کالا کر لیا اس وجہ پر کہ اُس کے لڑکے کو شہادت کا درجہ نہ ملا یہ نتیجہ حسن بن صباح کی تعلیم کا تہا۔

سلطان سنجر کے وزیر معین الدین کے ہاں ایک فدائی سائیس بن گیا۔ اور ایک دن جب وزیر گھوڑے پر تہا تب گھوڑے کی شرارت پر اُسے ٹھیک کرنے کے بہانے وزیر کے بدن میں خنجر بہونک دی۔ پھر تفتیفن کے لڑکے بستی کو خنجر سے ختم کیا۔ اُس کے لڑکے شمس الملک کو سازش سے مروا ڈالا۔ ابو سعید حرادی حسن بن ابو القاسم رئیس اصفہان سید دولت شاہ اور رئیس تبریز اور اُن کے سوائے صدہا اُن کے مصاحبوں کا خاتمہ نزاریوں نے کیا۔ ان کے خونخوار خنجر کے نیچے جہاں ایسے شریف اور بزرگ لپیا ہوئے وہاں مصر کے خلیفہ امر بامر اللہ ابو علی منصور بھی انہیں کے خنجر کا شکار بنا۔ اس کے بعد جب مسترصد خلیفہ ہوا تو سترہ سال کی حکومت کے بعد اُس کا بھی کام فدائیوں نے ہی تمام کیا۔ اور اُس کے ناک اور کان کاٹ کر اُس کی لاش کی بے حرمتی کی۔ کیا بزرگ نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے محمد کو جانشین بنا دیا۔

کیا محمد بن کیا بزرگ

کیا بزرگ کی موت پر اُس کا بیٹا محمد نزاریوں کا شیخ بنا۔ گویا اس وقت سے ہی باپ کا

جانشین بیٹا ہونے لگا۔ اس فرقے کے خاتمہ تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ کیا بزرگ کے مرنے پر اسمٰعیلیوں کے دشمنوں نے گھی کے چراغ جلائے۔ مگر محمد نزاریہ کے مسند نشین ہونے سے تھوڑے عرصہ بعد خلیفہ مسترشد کے جانشین خلیفہ رشید کے قتل کئے جانے پر سارے ایشیا کی سلطنتوں میں تہلکہ مچ گیا۔ رشید نے تخت نشین ہوتے ہی بغداد سے اسمٰعیلیوں کی نیست و نابودی کے لئے فوج جمع کی اور حملہ کی تیاری کر رہا تہا کہ چار فدائی اسکی اردلی فوج میں مل گئے۔ اور اس کے خیمہ میں گھسکر خنجروں سے اسے قتل کر دیا۔ اسی جگہ پر اس کی قبر بنائی گئی۔ اس خبر کو سنکر الموت میں خوب جشن منائے گئے اور دعوتیں دی گئیں۔ سات دنوں تک ڈہل نے ایشیائی سنی مسلمانوں کے دل دہلا دئے۔ اور سب کے منہ پر مہر سکوت لگ گئی۔ عباسیہ خلفاء پر ایسا خوف طاری ہوا کہ انہوں نے اپنے محلات سے باہر نکلنا بند کر دیا۔ نزاریہ رفیق اور فدائی ایشیا کے بر اعظم میں پہیل گئے اور بہت سے نئے قلعہ جات ان کے قبضہ میں آئے۔ کوئی مالک سے چہین لیا۔ کسی نے معمولی قیمت کو ہی بہاگتے بہوت کی لنگوٹی سمجہا۔

ایک طرف تو سنیوں کے ساتھ یہ سلوک اور دوسری طرف باطنیوں پر علانیہ اسلام کے تمام بیرونی فرائض سختی سے لازمی کر دئے گئے۔ اس لئے عوام کو معلوم نہ ہوتا تہا کہ خنجر کا وار کدہر سے آتا ہے۔ شیخ الجبل اپنے نام پر اپنی مذہبی حکومت کا دعویٰ نہیں کرتا تہا۔ بلکہ سب کچہہ خفیہ امام کے نام پر کیا جاتا تہا۔ جس کے مستقبل ورود کی خبر دی گئی تھی۔ ان کے اصلی اندرونی عقیدوں پر بیرونی شریعت کا خول چڑہا تہا۔

سلطان سنجر نے اپنا ایلچی عقاید اسمٰعیلی کے دریافت کرنے کے لئے بہیجا اسے بتلایا گیا۔ "ہم خدا کی وحدانیت پر اعتقاد رکہتے ہیں۔ اور اسی کو صحیح عقل

سمجھتے ہیں۔ جو اُس کے کلام (قرآن) اور رسول کے احکام کے موافق ہو۔ ہم اُن کی پوری تعمیل کرتے ہیں جیسے کہ وہ قرآن شریف میں دیئے گئے ہیں۔ پیدائش دنیا اور آخرت۔ جزا و سزا۔ اور قیامت پر اسی طرح اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ رسول نے سکھایا ہے۔ اس پر اعتقاد ضروری ہے۔ اور کسی کی مجال نہیں کہ خدا کے احکام پر رائے زنی کرے یا اُن کا ایک حرف بھی تبدیل کرے یہ ہمارے فرقہ کے بنیادی اصول ہیں۔ اور اگر سلطان اُن پر اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ اپنے علماء کو ہمارے ساتھ مناظرے کے لئے بھیجدے"

کیا محمد کی لیاقت حسن بن صباح یا کیا بزرگ کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے عوام میں اُس کی وہ عزت نہ رہی۔ مگر اُس کا بیٹا حسن بالیاقت اور عالم فاضل سمجھا جاتا تھا۔ لوگوں نے اپنی اطاعت اُس کی طرف رجوع کی۔ اور اُس نے اُنکا فائدہ اُٹھا کر یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ جس آنیوالے امام کی نسبت پیشگوئیاں ہو چکی ہیں وہ خود ہی ہے۔ شیخ الجبل کیا محمد کو یہ ناگوار گذرا۔ اور اُس نے حسب ذیل فتویٰ صادر کیا۔

"حسن میرا بیٹا ہے اور میں امام نہیں ہوں۔ بلکہ امام کا پیش رو ہوں۔ جو شخص اس کے برخلاف دعویٰ کرتا ہے وہ کافر ہے"۔ شیخ کا پنجہ گھر پر ہی مضبوط پڑا اور اُس نے اپنے بیٹے کے دو سو پچاس پیروؤں کو قتل کر ڈالا اور اُتنوں کو ہی جلاوطن کر دیا۔ حسن ایسا گھبرایا کہ اُس نے اپنے پیروؤں کے عقاید کی تردید اور اور اپنے باپ کے عقائد کی تائید میں رسالہ لکھا۔ اور اس طرح مکاری سے اُس نے اپنی جان بچائی۔ لیکن چونکہ وہ خلوت میں شراب پیتا اور ممنوعات کا عامل تھا اس لئے اُس کے باقی پیروؤں نے آنے والے امام کے نشانات اس میں محسوس کئے اسی عرصہ میں فاطمی خلافت کا خاتمہ۔ یوسف صلاح الدین (مشہور سلادین) نے

نے قاہرہ دار الخلافۃ مصر میں کر دیا۔ اور اس ملک کو بھی خلیفۃ المستنصر بامر اللہ کے ماتحت کر دیا۔ اور اسی طرح نزاریوں کی اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔

حسن ثانی ولد کیا محمد

حسن اول بن صباح نے فرقہ حشاشین کی بنیاد ڈالی اور اُسے حسن ثانی نے صاف طور پر دنیا کے سامنے بخوف و خطر رکھدیا۔ اپنے والد کے انتقال پاتے ہی حسن ثانی کھل کھیلا اور اس نے سکاری کا برقعہ اُتار ڈالا۔ اور نہ صرف سب ممنوعات کو اپنے ہی لئے جائز رکھا۔ بلکہ اپنے سب پیروان کے لئے بھی مباح قرار دیا ۵۵۹ھ ہجری کے ماہ رمضان میں حسن ثانی کے فرمان سے رودبار کے باشندے قلعہ الموت میں جمع کئے گئے۔ مسند کے اوپر قبلہ کے رخ ایک ممبر رکھا گیا۔ اور اُس کے چاروں طرف سفید۔ سرخ۔ زرد۔ اور سبز رنگ کے چار جھنڈے کھڑے کئے گئے۔ تاریخ ۱۷ رمضان کو اس کے گرد لوگ جمع ہوئے۔ حسن ممبر پر چڑھا اور پہلے مشتبہ فقروں سے انہیں حیرانی میں ڈالدیا کہ خلیفہ مصر کی طرف سے اس کے پاس ایک شخص مُراسلہ لایا ہے جو سب اسمٰعیلیوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ اُس کی رُو سے رحم اور معافی کے دروازے اُن سب کے لئے کُھل گئے ہیں۔ جو میری پیروی کریں گے۔ اُس میں سے جو خاص طور پر ممتاز ہوں گے اُن کے لئے شریعت کے فرائض ڈھیلے کر دئے گئے ہیں۔ اور اُنہیں سب قسم کی ممنوعات اور احکام سے بری کر دیا گیا۔ اور میرے ذریعہ اب آخرت کا دن تمہارے نزدیک آگیا ہے۔ اتنا کہکر اُس نے عربی میں خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ جو بیان کیا گیا کہ خلیفہ کی طرف سے آیا ہے۔ تب ایک شخص نے اُس کا ترجمہ سنانا شروع کیا۔ جو اس طرح تھا۔ "حسن بن بزرگ امیہ ہمارا خلیفہ اور داعی اور شاہد ہے وے سب جو ہمارے معتقد ہیں روحانی اور دنیاوی طور پر اس (حسن ثانی) کی

اطاعت کریں اور اُسے مُلہم سمجھکر اُس کے احکام کی تعمیل کریں۔ اور اُس کی ممانعت کے باہر نہ جاویں بلکہ اُس کے احکام کو ہمارے احکام ہی سمجھیں ملے لوگو! اچھی طرح سمجھ لو کہ خداوند نے سب پر رحم کیا ہے۔ اور اُن کو اللہ اکبر تک پہنچا دیا ہے۔

حسن ممبر سے اُتر آیا۔ دسترخوان بچھ گئے۔ اور اُس نے حکم دیا کہ سب لوگ روزہ افطار کریں اور تمام طرح سے عیش عشرت میں مشغول ہو جائیں۔ کیونکہ آج امام ظاہر ہوا۔ اور یہی قیامت کا دن ہے۔ اُسی دن سے اسمٰعیلیوں کو ملحد اور کافر کہا جانے لگا۔ جس طرح دیگر مسلمان اپنا سن رسول کی ہجرت کے دن سے شروع کرتے تھے اُن لوگوں نے ۱۷ رمضان سے شمار کرنا شروع کیا۔ اور جس طرح رسول کے نام پر صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے ویسے ہی حسن ثانی کے نام پر بھی پڑھی جانے لگی۔

الموت کے دروازہ پر یہ لکھا کہ خدائے دو جہان کی برکت سے شریعت کے بند ڈھیلے کر دئے گئے اس پر صلوٰۃ ہو۔ یہ فرمان اسمٰعیلیوں کے تمام عقیدتمندوں میں پھیلایا گیا۔ اور ممنوعات کی زنجیریں کٹ جانیکی خوشخبری دی گئی اور خطبوں میں حسن ثانی کا نام بطور امام کے پڑھا جانے لگا۔

ایک خامی تھی جسے اپنا حق مضبوط کرنے کے لئے حسن نے پختہ کر لیا تھا۔ ضروری تھا کہ اپنا سلسلہ فاطمی خلیفہ کے ساتھ قایم کرے۔ چنانچہ یہ قصہ بیان کیا گیا کہ نزارین خلیفہ مستنصر باللہ کا ایک چھوٹا بچہ خود حسن بن صباح کے عہد میں قلعہ الموت کے نیچے آکر سکونت پذیر ہو گیا تھا۔ جس کے حال سے سوائے حسن کے اور کوئی واقف نہ تھا۔ اس نزاری الاصل سیدزادے نے جس کا نام ہادی تھا یہاں شادی کی۔ اور اُس کے گھر اتفاقاً اُسی روز بیٹا پیدا ہوا جس روز

محمد بن کیا بزرگ کی بی بی کا وضع حمل ہوا اور دونوں لڑکے پوشیدہ ہی پوشیدہ
بدل لیے گئے۔ لہذا حسن دراصل کیا محمد کا بیٹا نہیں۔ بلکہ نزار کا پوتا ہے۔ اسی باعث
اُس کے فرقہ کا نام نزاریہ مشہور ہوا۔ اور حسن ثانی کو قایم القیامت کہنے لگے۔
اور اسی دن سے جہاں کھلے بندوں شراب خواری اور حرامکاری کا عمل ہونے
لگا وہاں خنجر بھی دن کی روشنی میں بھونکے جانے لگے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں حرامکاری پھیلانے والا حسن ثانی اپنے سالے کے
خنجر سے راہی ملک عدم ہوا۔

محمد ثانی بن حسن ثانی

حسن ثانی کے قتل کیے جانے پر اُس کا بیٹا محمد ثانی شیخ الجبل کی مسند پر بیٹھا۔ اس کا پہلا
کام یہ تھا اپنے باپ کے قاتل حسن تویر کو معہ اُس کے تمام عزیز و اقارب (مرد و عورت)
کے جلاد کی کلہاڑی سے قتل کرا دیا۔ اور اپنے باپ کے جہنمی راستہ کو نہ چھوڑا۔
وہ خود بڑا فلسفہ داں اور عالم تھا۔ "اور ہمچو من دیگرے نیست" کے مسئلہ کا قائل
تھا۔ اس کا باپ چار برس حکومت کر کے مارا گیا۔ مگر محمد ثانی ۴۴ برس تک اپنے
جہنمی عقائد کی تبلیغ کرتا رہا۔ اُس کے زمانہ میں امام فخر الدین مرزائی بڑے
فاضل استاد مقام رے میں شریعت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اُن پر یہ الزام لگایا
گیا کہ وہ خفیہ طور پر اسمٰعیلی ہیں۔ انہوں نے اس الزام سے اپنے آپکو بری کرنے
کے لئے ممبر پر چڑھکر اسمٰعیلیوں کی بُرائی کرنی شروع کی۔ شیخ محمد ثانی کو جب
یہ خبر ملی تو اُس نے مناسب ہدایت دیکر اپنے ایک فدائی کو رے میں بھیجدیا وہ
فدائی شریعت کا طالبعلم بن کر امام کے یہاں پڑھتا رہا۔ سات مہینہ کے بعد
جب امام کا نوکر اُس کے لئے طعام لانے گیا تو فدائی نے امام فخر الدین رازی کو
اکیلا پاکر کوٹھڑی کا کواڑ بند کر دیا۔ اور امام کو زمین پر گرا کر خنجر کھینچ اسکی چھاتی پر

چڑھ بیٹھا۔ امام نے وجہ پوچھی۔ "فدائی۔ تیرے دل اور انتڑیوں کو نکال لینے کے
لئے۔ شیخ یہ کیوں؟ فدائی۔ اس لئے کہ تو نے ممبر پر اسمٰعیلیوں کی برائی کی ہے
امام نے منت سماجت کی کہ اس کی جان بخشی جاوے۔ اور اقرار کیا کہ پھر کبھی فرقہ اسمٰعیلیہ
کی برائی نہ کریگا۔ فدائی بولا "اگر میں تجھے چھوڑ دوں تو پھر تو وہی کام کریگا۔ اور
کج بحثیوں سے اپنی قسم سے نکل جانیکی کوشش کریگا۔" امام نے پکا اقرار
کیا۔ تب فدائی نے کہا۔ "مجھے تیرے قتل کا حکم نہ تھا۔ ورنہ میں کب کا تعمیل حکم
کر چکا ہوتا۔ محمد ثانی بن حسن ثانی تجھے سلام بھیجتا ہے اور تجھے اپنے قلعہ میں جگہ
دیتا ہے۔ وہاں تجھے بحد اختیارات ملیں گے۔ اور ہم لوگ ایمانداری سے تیری
غلامی کریں گے۔" امام نے عذر معذرت کی۔ اور آئندہ نیک چلنی کا وعدہ کیا۔ اس پر
فدائی نے اپنی بیٹی میں سے تین سو دینار طلائی نکالکر دئے اور کہا کہ یہ سالانہ
پنشن ہے جو بغیر کہے ملا کریگی۔ اور دو پوشاک۔" فدائی یہ کہکر غائب ہو گیا۔ اور
پھر امام فخر الدین نے کبھی ایک کلمہ بھی نزاریوں کے برخلاف نہ کہا۔ اسی
شیخ کے عہد میں کئی بار فدائیوں نے صلاح الدین اعظم کو مار ڈالنے کے لئے
خفیہ حملے کئے۔ پہلے ایوبی کے کیمپ میں تین فدائیوں نے خنجروں سے حملہ کیا۔
مگر تینوں کاٹ ڈالے گئے۔ اور سلطان بچ گیا۔ پھر اس کے امیروں وغیرہ
پر حملے ہوئے اور بارہا فدائی مارے گئے۔ پھر ایک قلعہ کے محاصرہ کے وقت
سلطان صلاح الدین پر فدائیوں نے حملہ کیا۔ پہلے ایک نے خنجر سے حملہ کیا صلاح الدین
نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اسے کاٹ ڈالا۔ اسیوقت دوسرا تیسرا اور چوتھا حملہ آور
ہوا۔ جنہیں فوجیوں نے کاٹ ڈالا۔ اس پے درپے بخوف حملہ کو دیکھکر سلطان
گھبرا گیا۔ اور خیمہ میں جاکر فوج کو ہٹا لیا۔ آخرکار جب صلاح الدین نے اقرار
کیا کہ وہ ان پر چڑھائی نہ کریگا۔ تو شیخ الجبل نے وعدہ کیا کہ اس کے بعد کوئی

فدائی اُس پر حملہ نہ کریگا۔ چنانچہ اس کے بعد تیرہ برس تک سلطان پر کوئی حملہ نہ ہوا۔

انہیں ایام میں عیسائیوں نے تیسری لڑائی یروشلم کو مسلمانوں کے ہاتھ سے چھڑانے کے لئے کی تھی۔ اسوقت عیسائی بادشاہوں نے ایک دوسرے کے دشمن مروانے کے لئے فدائیوں سے مدد لی۔ اور ان سے ہی سبق حاصل کر کے عیسائیوں کا وہ خونخوار فرقہ پیدا ہوا جس کے جانشین آخر کار عیسائی جیسوئیٹ (Jesuits) ہوئے
مُسلم مورخوں کی نسبت شاید یہ کہا جائے کہ فرقہ اسمٰعیلیہ کے برخلاف ہونیکے باعث انہوں نے ان لوگوں کو بعض باتوں میں تعصب سے مطعون کیا ہے۔ لیکن بے تعصب بیرونی شہادت ایسی ملتی ہے جس سے ان واقعات کی تائید ہوتی ہے محمد ثانی کے عہد حکومت میں جو صلیبی آئے تھے ان میں سے بشپ ولیم اور بشپ جیمس نے نزاریوں کا بیان لکھا ہے۔ یہ دونوں ٹائر (Tyre) اور (Acca) کے لاٹ پادری تھے۔ انہوں نے لکھا ہے۔

پیشتر ازیں اساسین (حشاشین) محمدی شریعت کے پورے پابند تھے۔ لیکن ایک عالم اور فہیم گرینڈ ماسٹر (شیخ) نے جو کہ مسیحی مسئلوں اور انجیلی تعلیم سے بخوبی واقف تھا۔ محمد کی فرمائی ہوئی نماز کو بند کر دیا۔ روزہ کو بند کر دیا۔ اور بلاتمیز ہر ایک کو شراب پینے اور سور کا گوشت کھانے کی اجازت دیدی۔ ان کے مذہب کا اصل اصول یہ ہے کہ اپنے شیخ کے حکم کی آنکھ بند کر کے تعمیل کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اُس سے حیات ابدی حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ خداوند اور مالک جو کہ عام طور پر شیخ کہلاتا ہے عراق عجمی میں رہتا ہے۔ وہاں نوجوان آدمی باطنی مسئلوں اور عیسائیوں کی تعلیم پاتے اور مختلف زبانیں سیکھتے ہیں۔ تب خنجر سے مسلح کر کے ساری دنیا میں پھیلائے جاتے ہیں۔ تاکہ عیسائیوں اور محمدیوں کو بلاتمیز قتل کریں۔ جس کے محرک

جذبات نفرت۔ عداوتِ فرقہ۔ مسرت دوستاں یا اُمید انعام خاص ہوتے ہیں۔ جو اپنے فرض کی ادائیگی میں جان دیدیں۔ انہیں مرتبہ شہادت ملکر بہشت میں زیادہ عیش بہوگنا ملتا ہے۔ اور اُن کے رشتہ داروں کو انعام و اکرام سے بھر دیا جاتا ہے۔ اور اگر غلام ہیں تو انہیں آزاد کر دیا جاتا ہے۔ ان ذلیل نوجوانوں نے دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ یہ خوشی کے ساتھ قتل کرنے کے لئے اپنے بھائیوں کی خانقاہوں سے نکلکر خونخوار احکام کی تعلیم کے لئے چلے جاتے ہیں مختلف شکلوں کے بھروپ بناکر کبھی درویش اور کبھی سوداگر کا بھیس بدلکر اسطرح مختلف شکلوں میں ہوشیاری اور احتیاط سے چلتے ہیں کہ ان کے مخالف ان کے خنجر سے بچ نہیں سکتے۔ رذیل اور ذلیل لوگ ان سے محفوظ ہیں۔ کیونکہ حشاشین اُن پر حملہ کرنا کسرشان سمجھتے ہیں۔ لیکن بڑے آدمیوں اور شہزادوں بادشاہوں کے لئے سوائے اسکے کوئی چارہ نہیں کہ بڑی رقم دیکر اپنی رہائی کراویں یا ہمیشہ مسلح رہکر محافظوں کی حفاظت میں برابر لرزاں زندگی بسر کریں۔

رشیدالدین سنان شام میں حشاشین کا شیخ تہا۔ اُس کے جانشینی کے وقت میں ہنری کاونٹ آف سٹمپین قلعہ نزار کے پاس سے گذر رہا تہا۔ شیخ نے اُس کو معہ اُس کے ہمراہیوں کے دعوت دی۔ شیخ نے اُسے اپنے بہت سے قلعوں میں گھومایا۔ اور پھر ایک بڑے قلعہ میں لے گیا۔ جس کے برج بہت اونچے تھے۔ ان پر سفیدپوش پہرہ دار کھڑے تھے جو فدائی تھے۔ شیخ نے کونٹ سے کہاکہ یہ لوگ بہ نسبت عیسائی بادشاہوں کے ملازموں کے میری زیادہ اطاعت کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ نے اُن میں سے دو کو اشارہ دیا اور وے ایک دم برج کی چھت سے کودکر قلعہ کے نیچے پاش پاش ہوگئے۔ حیرت زدہ کاونٹ کو شیخ نے کہا۔" اگر تمہاری خواہش ہو تو اسی طرح میرا حکم پاتے ہی قربان ہونیکو

سب تیار ہیں۔ کاؤنٹ نے کہا کہ اُسکی تسلی ہوگئی ہے اور صاف ہے کہ اس کے حکم کی ایسی تعمیل کرنیوالا اور کوئی نہیں ہے۔ بوقت رخصت شیخ نے کہا کہ انہیں کے ذریعہ سے ہمارے فرقہ کے دشمن نیست و نابود کیے جاتے ہیں۔

حسن بن صباح کی ایک کہانی مشہور ہے۔ سلجوک بادشاہ جلال الدین ملک شاہ نے حسن بن صباح کے پاس ایک ایلچی بھیجا۔ جس کے ذریعہ سے اس نے شیخ سے وفاداری اور نمک حلالی کا مطالبہ کیا۔ حسن بن صباح نے ایک فدائی کو بلا کر کہا "مرجا" فدائی اسی وقت اپنے چھری مار کر مر گیا۔ دوسرے کو کہا "اس فصیل سے کود جا"۔ اسی لمحہ وہ کودا اور پتھروں سے ٹکرا کر چکنا چور ہو گیا۔ ایلچی کانپ گیا۔ حسن نے کہا "اسطرح ستر ہزار نمک حلال رعیّت میرے حکم کی تعمیل کرتی ہے۔ تیرے آقا کے لیے یہی میرا جواب ہے"۔

جلال الدین حسن سوم بن محمد ثانی

چوالیس برس تک چاروں طرف خونخواری اور جہنمی عیش و عشرت پھیلا کر محمد ثانی قدرتی موت مرا اور اُس کا بیٹا جلال الدین حسن سویم شیخ الجبل کی گدّی پر بیٹھا یہ ۵۵۲ھ میں پیدا ہوا۔ اور برسر حکومت آنے کے وقت پچیس سال کا ہو چکا تھا۔ شریعت محمدی کی کھلم کھلا خلاف ورزی سے نقصانات کا مشاہدہ کرکے اپنے باپ کی حیات میں ہی اس نے کھلے طور پر مخالفت کی۔ اور باپ بیٹے کے درمیان باہمی بے اعتباری پیدا ہو گئی۔ محمد ثانی کا باپ حسن ثانی اپنے رشتہ دار کے خنجر سے ہلاک ہوا تھا۔ اور حسن اوّل اپنے دونوں بیٹوں کو قتل کروا چکا تھا۔ اور محمد ثانی کی نسبت بھی اشتباہ ہے کہ اپنے بیٹے حسن سوم کی سازش سے زہر دیکر مروا دیا گیا۔ مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

جلال الدین حسن نے برسر حکومت آتے ہی پیچھے مذہب کی شریعت کو پھر سے جاری کردیا۔ اُس نے اپنے باپ دادا کے کل نامناسب احکام کو منسوخ کردیا مسجدوں کا بنوانا شروع کیا۔ اور ان کا رواج پھر سے جاری کیا۔ جمعہ کی جماعتیں از سر نو جاری کیں۔ اس نے قرآن کے حافظ امام۔ مبلغ۔ علمار۔ مشائخ کو جمع کیا ان کو انعام واکرام سے سرفراز کرکے نئے تعمیر شدہ مدرسوں۔ مسجدوں اور خانقاہوں کے سجادہ نشین و متولی مقرر کئے۔ اس نے بادشاہوں اور خلیفۃ الاسلام کے پاس پیغام بھیجے۔ اور علمار کی طرف سے اُسے نومسلم کا خطاب دیا گیا۔ کوین کے علمار کو بلا کر ان کے سامنے کچھ کتب جلادیں۔ جن کا مصنف حسن بن صباح کو بتلایا۔ اور اپنے فرقہ کے موجد کے برخلاف فتویٰ کفر جاری کرکے شریعت کا پابند مشہور ہوگیا۔ اپنی والدہ اور بیوی کو حج مکہ شریف کے لئے بھیجا۔ اور کاروانسرائے پُل۔ حمام۔ اسپتال۔ مدرسے وغیرہ بناکر بڑی شہرت حاصل کی۔ اس کے ذریعہ سے اُس کے خزانہ میں بے حد دولت بھی اکٹھی ہوگئی۔

اس موقعہ پر خوارزم شاہ اور خلیفہ بغداد کی لڑائی چل رہی تھی۔ کہ چنگیز خاں نے چڑھائی۔ اور آفت کی طرح اسلامی سلطنتوں پر آدھمکا۔ جلال الدین حسن سوم نے خفیہ طور پر ایلچی بھیجکر چنگیز خان کو راضی کرلیا۔ مگر عام طور پر جلال الدین حسن سوم کی نیت کی نسبت شبہہ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بجائے حسن بن صباح کی تصانیف کو جلانے کے شاید شریعت اسلام کی کتابیں جلادیں۔

جلال الدین حسن سوئم بارہ برس برسر حکومت رہنے کے بعد مرگیا۔ اُس کی نسبت بھی خیال ہے کہ اُسے زہر دیا گیا۔

علاؤالدین محمد سوئم بن جلال حسن سوئم

علاؤالدین کی عمر نو برس کی تھی۔ جب باپ کے مرنے پر

وہ شیخ بنا مستورات کی بادشاہت ہوگئی۔ اور لڑکے کی طرف سے خونخوار احکام
جاری ہونے لگ گئے۔ جلال الدین سے پہلے کے رائج تمام ممنوعات کا ازسرنو آغاز
ہوگیا۔ خنجر اُسی طرح سے زمین کو سُرخ کرنے لگ گئے۔ نماز روزہ اور شریعت سب
اُڑ گئے۔ شراب اور حرامکاری کا پھر تسلط ہوا۔ اپنی حکومت کے پانچویں سال
یعنی چودہ برس کی عمر میں اپنے طبیبوں کے مشورے بغیر اس لڑکے نے خون نکلوایا
خون زیادہ نکلا اور وہ ہمیشہ کے لئے مالیخولیا میں مبتلا ہوگیا۔ شیخ جمال الدین
گلی کی بہت عزت کرتا تھا۔ سالانہ پانچسو دینار اُنکی نذر بھی کرتا تھا کسوان کے باشندوں
نے شیخ سے پوچھا کہ کافر سے روپیہ کیوں لیا۔ شیخ نے جواب دیا کہ جب اماموں
نے کافروں کے قتل اور ضبطی اُن کے مال کی مباح قرار دی ہے تو ان کے
مال کا کیوں نہ استعمال کریں۔ علاؤالدین نے یہ گفتگو سُنی تو کہا کہ اگر شیخ
کسوان کے باشندہ نہ ہوتے تو وہاں کے باشندوں کے گلوں میں مٹی
کی بوریاں بھروا کر لٹکواتا۔ ایک بار کسی نوکر نے علاؤالدین کو شیخ جمال الدین کا
خط دیا۔ حکم ہوا کہ اس کے پانچسو دُرّے لگائے جاویں۔ اور کہا اے بیوقوف
جب میں شراب پیئے تھا۔ اسوقت شیخ کا خط کیوں دیا۔ جب غسل کے بعد مجھکو ہوش
آتا۔ تب دینا چاہیئے تھا۔

ریاضی کے استاد حکیم نصیر الدین طوسی کی بھی علاؤالدین بہت عزت کرتا
تھا۔ سلطان جلال الدین منکبرنی بادشاہ خوارزم کے عہد میں ارخان حاکم نیشاپور
مقرر ہوا۔ اسکے پاس نائب شیخ الجبل کا ایلچی کمال الدین یہ پیغام لیکر گیا کہ آپ
ہمارے علاقہ میں لوٹ مار نہ کریں۔ ارخان کے نائب نے جواب دیا کہ میں حشاشین
کے خنجر کی پرواہ نہیں کرتا۔ سلطان منکبرنی گیتی میں اترا ہوا تھا۔ ارخان بیاشہر
کے باہر ہی فدائیوں نے حملہ کر کے مار ڈالا۔ خون آلودہ خنجر ہاتھ میں لئے اپنے

شیخ علاؤالدین کا نعرہ لگاتے ہوئے اُس کے جلال کا شور مچایا۔ وزیر شرف الملک کو ڈھونڈھنے کے واسطے ایوان میں گئے تو وہ غیر حاضر تھا۔ اُس کے ایک نوکر کو زخمی کرکے اپنی موجودگی کا ثبوت دیا۔ اور وزیر کے مکان پر ایک خنجر گاڑ گئے لوٹتے ہوئے شہریوں نے انہیں کاٹ ڈالا۔ لیکن وزیر دہل گیا۔ اور جب اسمٰعیلی ایلچی بدر الدین احمد نے قلعہ دمغان کی واپسی اور اسمٰعیلی ممالک کی غارتگری کو بند کرنے کی زبان دی اور بمقابلہ تیس ہزار دینار سالانہ قلعہ دمغان کو اسمٰعیلیوں کے حوالہ کر دینے کا وعدہ کیا۔ سلطان چلا گیا۔ اور شیخ الجبل کا ایلچی وزیر کے پاس رہا۔

ایک دن جب بڑی دعوت میں شراب کا دور خوب چل چکا تو اسمٰعیلی ایلچی نے کہا کہ سلطان کے اردلیوں جنگی افسروں اور خدمتگاروں میں بھی بہت سے اسمٰعیلی ہیں۔ وزیر نے ایلچی سے استدعا کی کہ اُسے وے اسمٰعیلی دکھائے جاویں اور اپنا رومال دیکر کہا کہ ان کو کچھ نقصان نہ پہنچیگا۔ اسمٰعیلی ایلچی کا اشارہ پاتے ہی بادشاہ کے پانچ گہرے راز دار آگے بڑھے۔ ان میں سے ایک نے جو ہندوستانی تھا کہا کہ فلاں فلاں گھنٹے میں تمہیں بغیر پھنسے اور بغیر کسی کے دیکھے قتل کر سکتا تھا مگر بغیر اپنے افسر کے حکم کے میں نے ایسا نہ کیا۔

وزیر خوف زدہ اور خصوصاً شراب کے نشہ میں مست ہونے کے باعث کپڑے اُتار محض کرتہ پہنے اُن پانچوں کے قدموں پر گر پڑا۔ اور اُن کی ہی جان کی قسم دی کہ اس کو نہ ماریں۔ اور اقرار کیا کہ آیندہ وہ بجائے سلطان منکبرنی کے شیخ علاؤالدین کا صادق غلام بن جائیگا۔ جب سلطان نے وزیر کی اُس بزدلی کا حال سنا تو حکم بھیجا کہ پانچوں اسمٰعیلیوں کو زندہ جلا دیا جاوے جس کی تعمیل وزیر شرف الملک کو طوعاً وکرھاً کرنی پڑی۔ سلطان عراق کو چلا گیا۔ اور وزیر نے عبدالفتح نساوی کے یہاں پناہ لی۔ لیکن الموت سے

شیخ کا ایلچی پھر آیا۔ اور اس نے شیخ علاؤالدین کی طرف سے کہا "تو نے پانچ اسمعیلی
جلا دیئے ہیں۔ ایک ایک کے بجائے دس دس ہزار دینار ہرجانہ ادا کر"۔ وزیر نے
گھبرا کر ایلچی کو قاعدے سے ٹھیرایا۔ اور اپنے سکرٹری ابوالفتح نساوی کو حکم دیا۔ کہ
ایک دستاویز تیار کرے۔ جس کی رو سے تین ہزار دینار جو سلطان کو المموت سے
قلعہ دمغان کے بدلے ملنے چاہئیں۔ اُن کو معاف کرنے کے علاوہ دس ہزار دینار
سالانہ اسمعیلیوں کو دیا جایا کریگا۔ علاؤالدین نے اپنا بہت کچھ علاج کرایا۔ مگر افاقہ
نہ ہوا۔ علاؤالدین کے کئی لڑکے تھے۔ اس نے بڑے لڑکے رکن الدین کو ولیعہد
بنایا۔ جب رکن الدین بڑا ہوا تو اسمعیلی اس کے فاتر العقل والد کی بجائے اُس کی
متابعت زیادہ کرنے لگے۔ اس پر خفا ہو کر علاؤالدین نے اپنے ایک اور لڑکے
کو ولیعہد قرار دیا۔ جس کی اُسکے پیروں نے کچھ بھی پرواہ نہ کی۔ علاؤالدین اپنے
باپ کی دھمکی کے خوف سے ایک زبردست قلعہ میں پناہ گزیں ہوا۔ حسن والی
مازندران کو علاؤالدین کے قتل کے لئے منتخب کیا گیا۔ کیونکہ وہ علاؤالدین کا مفعول
رہ چکا تھا۔ جب شراب پی کر علاؤالدین سویا ہوا تھا اُس وقت رکن الدین کے حکم کے مطابق
حسن والی مازندران نے اس کو نشانہ تیر بنا کر مار ڈالا۔ قاتل کو یہ اجر ملا کہ وہ خود معہ اپنے
بال بچوں کے قتل کیا گیا۔ اور انکی لاشیں جلادی گئیں۔

چنگیز خاں تو دو بار کوہستان فارس سے اوپر اوپر ہی حملہ کرکے چلا گیا تھا
مگر سنہ ۵۸۲ ہجری کے درمیان جب سیت رشی تلا راشی میں تھے یہ پیشینگوئی کی
گئی تھی کہ دُنیا کا خاتمہ ہونیوالا ہے۔ اُسی زمانہ میں چنگیز خاں کا پوتا منگو خاں
آندھی کی طرح سارے ایشیا میں گھوم گیا۔ اور خلافت وغیرہ کو جڑ سے اکھاڑ کر
رکھ گیا۔ قدرتی منظر تو سوائے بارش کے ایسا کوئی نہ ہوا کہ قیامت کا ثبوت دے
لیکن مغلوں کی یورش نے سچ مچ آفت بپا کردی۔

شیخ رکن الدین خرشاہ آخر داعی الدعات

میں نے حشاشین کی تواریخ کا بغور مطالعہ کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جہاں ہر ایک شیخ الجبل اپنے فدائیوں سے خونخوار کام لیتا تھا۔ وہاں مضبوط دل شیخ کے زمانہ میں کُشت و خون کا کام اُس کے حکم کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اس لئے اس کے اندر کچھ نظام رہتا تھا۔ لیکن کمزور دل شیخ کے وقت میں فدائیوں کی خونخواریاں تہلکہ مچا دیتی تھیں۔ ایک دنیاوی فرمانروا دوسرے کو قتل کرانے کے لئے انہیں استعمال کرتا۔ اور زرِ نقد کی بڑی رقموں کے لالچ میں یہ لوگ مسلمان اور عیسائی میں کچھ بھی تمیز نہیں کرتے۔ چنانچہ شیخ رکن الدین خرشاہ کے مسند پر بیٹھتے ہی فدائیوں کی اسی طرح چڑھ مچی جیسی کہ علاؤالدین کے وقت میں تھی۔ ان کی خونخواریوں اور غارتگریوں نے تو اور خلیفہ بغداد (جس کی مطابعت حسن سوم نے جاری کر دی تھی) کا علاقہ بھی نہ بچ سکا۔

مُغل منگو خاں کے عہد میں اُس کے بھائی کبلی خاں اور ہلاکو خاں نے فارس اور چین کی فتوحات مکمل کر لی تھیں۔ اُن میں سے چونکہ ہلاکو خاں کی فوج نے حشاشین کے قلعہ جات کو برباد کر دیا تھا۔ اور خلیفہ بغداد کے تخت کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اس لئے اُس کی اس مہم کا بیان کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کرنیکی ضرورت ہوگی۔ خلیفہ بغداد نے منگو خاں کے سپہ سالار کے پاس شکایت بھیجی کہ حشاشین اس کے علاقہ میں بڑی بڑی خونخواریاں کرتے ہیں۔ اس لئے خان انکی سرزنش کرے۔ اُس کے ساتھ ہی قصبہ کسوان کے قاضی و مفتی نے بھی انکی شکایت کی۔ منگو خاں نے ایک جرار لشکر جمع کر کے ہلاکو خاں کے سپرد کیا۔ اور چلتے ہوئے اُسے ہدایت کی "میں تجھے سواروں کا بڑا دستہ اور زبردست فوج دیکر توران سے ایران کی طرف بھیج رہا ہوں۔ جو عالیشان بادشاہوں کا مرکز رہے ہے

تیرا فرض ہوگا کہ بڑی چھوٹی سب باتوں میں چنگیز خاں کے اشاعت دیے قانون
اور قاعدوں پر عمل کرے۔ دریائے نیل کے علاقہ جات پر قبضہ کرلے فرمانبردار
اور مطیع لوگوں کو انعام و اکرام سے اپنے گرد جمع کرنا۔ لیکن باغیوں اور سرکشوں
کو معہ زن و بچہ کے بربادی اور حقارت کی خاک میں پامال کر ڈالنا۔ جب حشاشین
سے نبٹ چکنا تب عراق کی فتح شروع کرنا۔ اگر خلیفہ بغداد بخوشی تیری خدمت
میں حاضر ہوجائے تب اُسے کوئی نقصان نہ پہنچانا۔ لیکن اگر وہ انکار کرے تو
دوسروں کا سا برتاؤ اس کے ساتھ بھی ہوگا۔" ہلاکو نے اپنی فوج کے ساتھ چینی
گولہ اندازوں کو بھی لے لیا۔ یورپین قوموں سے مدت پہلے چینیوں نے ہندستان
سے بارود کا استعمال سیکھا ہوا تھا۔ رمضان ۶۵۳ھ میں ہلاکو نے اپنا لشکر
چلایا۔ خراسانی سرداروں نے سب سے پہلے اطاعت قبول کی۔ ہلاکو نے
اعلان کردیا کہ جو اس کے ساتھ ہوکر مدد کریں گے۔ انہیں انعام و اکرام ملینگے
اور جو غفلت کرینگے انہیں تاخت و تاراج کردیا جاویگا۔ تب روم اور سلجوک شاہ
فارس۔ اور عطابیگ سعد والی عراق اور آذربائیجان و کردستان۔ شیروان
کے سفیروں نے پہنچکر اپنے مالکوں کی طرف سے خاں کی فرمانبرداری قبول کی۔
اس کے بعد ہلاکو نے دریائے اکسس (Oxus) کو پار کرکے شیر کے
شکار کو ذریعہ تفریح بنایا۔ یہاں موسم سرما گذار کر بسنت کے آغاز میں شبرغان
سے توآف میں پہنچا۔ جہاں ہلاکو کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ اس لئے اپنے سالار
کیوکنیان کو کوہستان کی فتح کے لیے بھیجکر خود فردوسی وغیرہ کے جائے مسکن
طوس میں مقیم ہوا۔ وہاں سے وہ آگے چلا۔ شیخ الموت رکن الدین خرشاہ کے
برادر نصیرالدین کے پاس اپنا سفیر بناکر شہزادہ شمس الدین کرت کو بھیجا۔ نصیرالدین
بہت بوڑھا تھا۔ لیکن وہ فوراً ہلاکو خاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جہاں اسکی بہت

عزت افزائی کی گئی - خرقان میں لوٹکر اُس نے پھر رکن الدین خرشاہ کو فرمانبرداری قبول کرنے کے لئے بُلا بھیجا - رکن الدین اگر خود چلا جاتا تو اُس کے ساتھ بہت اچھا سلوک ہوتا - لیکن اُس نے مشہور نجومی نصیر الدین طوسی کی صلاح سے (جو علاؤالدین کے زمانہ سے خلیفہ بغداد سے ناراض ہوکر چلا آیا تھا - اور علاؤالدین کو خلیفہ بغداد سے بدلہ دلانے کے لئے زر دیا کرتا تھا) ہلاکو خاں کے سالار بینتین کے پاس فرمانبرداری کا ایک وفد بھیجدیا - سالار نے جواب بھیجا کہ ہلاکو خاں کا ڈیرا نزدیک ہی پڑا ہے وہاں جاکر فرمانبرداری کی قسم لے لو - بہت سے پیغاموں کے آنے جانے کے بعد یہ طے ہوا کہ رکن الدین اپنے بھائی شہنشاہ کو سالار کے ساتھ بھیجدے - چنانچہ اُس کے ساتھ سالار نے اپنا لڑکا ہلاکو خاں کے لشکر میں بھیجدیا اور خود لشکر سمیت الموت کے قلعہ پر چڑھائی کرنے چلا گیا - ادہر تو جرنل بُتصر بنیں نے قلعہ الموت پر حملہ کیا - جس کا مقابلہ شیخ الجبل کے فدائیوں نے ایسا سر توڑ کیا کہ حملہ آور پسپا ہوکر نیچے کے قصبات کو جلانے اور تہ تیغ کرنے لگ گئے - ادہر جب شہنشاہ برادر رکن الدین ہلاکو کے لشکر میں پہنچا تو ہلاکو نے شیخ کو مزید پیغام بھیجا - کہ چونکہ رکن الدین نے اپنے بھائی کو ہمارے حضور میں بھیجدیا ہے - اس لئے ہم اس کے باپ اور اُن کے معتقدین کے گناہ کو معاف کرتے ہیں اور چونکہ اُس نے اپنے تھوڑے دور حکومت میں خود کوئی جرم نہیں کیا - اس لئے وہ اپنے قلعہ جات کو مسمار کرکے ہمارے حضور میں حاضر آوے - اس کے بعد بصیر کو ہدایت ہوئی کہ رودبار کے علاقہ کی بربادی معطل کردیوے - اس حکم کے پہنچتے ہی رکن الدین نے قلعہ الموت کے کچھہ برج مسمار کرکے اپنے ایک ماتحت واعی الدعات صدر الدین سنگی کو بھیجدیا - جس نے ہلاکو خاں کو پیغام دیا کہ شیخ نے قلعے مسمار کرنے شروع کردئے ہیں - لیکن خاں کے خوف سے کانپ رہا ہے - اس لئے حاضری کے لئے ایک سال

کی مُہلت چاہتا ہے۔ ہلاکو خاں نے صدر الدین کو واپس بھیجا۔ اور رکن الدین کو کہلا بھیجا کہ اگر تمہاری فرمانبرداری سچّی ہے تو حامل رقعہ کو اپنے علاقہ کی حفاظت سپرد کر کے میرے پاس چلے آؤ۔ رکن الدین کو نجومی نصیر الدین طوسی نے پھر صلاح دیدی۔ اور اس لئے جانے میں لیت ولال کی۔ جب حشاشین کے سب قلعہ جات پر ہلاکو خاں کا جھنڈا لہرانے لگا۔ تب رکن الدین گھبرایا۔ پھر بھی محض اپنے لڑکے کو بھیجنے پر آمادہ ہوا۔ اور بجائے اپنے شہزادہ کے ایک غلام کے لڑکے کو ہلاکو کے ایلچی کے ساتھ کر دیا۔ اور درخواست کی کہ اُس کا بھائی اس کے بدلہ واپس کیا جائے ہلاکو اس بے ایمانی کو تاڑ گیا۔ اور غلام کے لڑکے کو واپس بھیجکر کہلا بھیجا کہ یہ لڑکا بہت صغیر سن ہے اگر شہنشاہ کا کوئی بڑا بھائی ہے تو اُسے قبول کر کے شہنشاہ کو لوٹا دیا جائیگا۔ پھر ہلاکو نے شہنشاہ کو واپس کرتے ہوئے تاکید کی اپنے بھائی رکن الدین کو کہدے کہ قلعہ مسمار کر کے میرے پاس حاضر ہو جائے اگر وہ نہ آیا تو خدائے لایزال ہی نتیجہ کو جانتا ہے۔ رکن الدین کو بد صلاح کار نجومی نصیر الدین طوسی ملا ہوا تھا۔ اُس کی صلاح سے رکن الدین پھر بھی نہ گیا۔ اور نور الدین طوسی کے ساتھ اپنے دوسرے بھائی ایران شاہ اور بیٹے کیا شاہ کو معہ مصاحبین کے بھیجدیا۔ اور عرض کی کہ اب لشکر ہٹا لیجئے۔ نور الدین طوسی نے ہلاکو خاں کو صلاح دی کہ یہ شرط قبول نہ کرے۔ آخر کار قلعہ ہلاکو خاں کے سپرد ہوا۔ اور رکن الدین معہ اپنے وزراء اور مصاحبین کے ہلاکو خاں کے لشکر میں چلا گیا۔ گو ہلاکو نے اُسے خرچ وغیرہ کے لئے کافی مشاہرہ دیا۔ لیکن اُس کے حکم سے رودبار کے چالیس سے زیادہ قلعے زمین کے برابر کر دئے گئے۔ الموت کا قلعہ مقابلہ کرتا رہا۔ لیکن آخر کار رکن الدین کے خود جا کر حکم دینے پر باشندگان نے اپنا مال زن و بچہ لیجانے کے لئے تین دن کی مہلت چاہی جو دی گئی۔ اس کے بعد قلعہ لوٹا گیا اور سطح زمین سے ملا دیا گیا

رکن الدین بہت ہی ذلیل اور خوار رہا۔ ایک مغل رذیل لڑکی سے آشنائی کر بیٹھا۔ اور آخر کار منگو خاں کی ملاقات کو گیا۔ جہاں باریابی نہ ہوئی اور راستہ میں ہی قتل کر دیا گیا۔ منگو خاں نے حکم دیا کہ حشاشین کا نام و نشان تک مٹا دیا جاوے۔ اور اُن کے زن و بچہ سب قتل کر دئے جاویں۔ تب رکن الدین کے زن و بچے و رشتہ دار پہلے قتل کئے گئے۔ خراسان کے حاکم نے بارہ سو نزاری قیدیوں کو کھڑا کر کے بلا تمیز عمر وغیرہ قتل کر ڈالا۔ سپاہ سارے رود بار اور کوہستان میں پھیل گئی اور حشاشین کی قتل عام ہونے لگی۔ جہاں کہیں اسمٰعیلی دیکھا جاتا اُسے دو زانو کر کے سر قلم کر دیا جاتا۔ کیا بزرگ اسد کا سارا خاندان تہ تیغ کیا گیا۔ جو بیج دو صدیوں تک بویا جا کر اُگتا رہا وہ اب کٹائی کے قابل ہو گیا تھا جو فصل حشاشین (قاتلوں) کے خنجر سے جوتی بوئی گئی تھی وہ مغل کی تلوار سے کاٹی گئی۔ ہلاکو خاں کے اس مہم ہلاکت کے ستّر برس بعد تک کوہستان میں اسمٰعیلی چھپے ہوئے اپنی ہیبت پھیلاتے رہے۔ ہلاکو کے آٹھویں جانشین ابو سعید بہادر تک اُن کا شہرہ رہا۔

اُس نے دیکھا کہ تین چوتھائی صدی گذرنے پر بھی کوہستان والے سخت دلوں کے اندر اسلام نے گھر نہیں کیا۔ بلکہ اسمٰعیلی عقائد کی اشاعت موجود ہے۔

ابو سعید بہادر علم دوست تھا۔ اس نے سات علماء کا وفد اُن میں تبلیغ کے لئے بھیجا جونہی اُنہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اسمٰعیلی چونک اُٹھے اور مارنے دوڑے علماء چھپ گئے جب لوگ منتشر ہو گئے تو پھر اذان شروع کر دی! ور جب لوگ جمع ہونے لگے تو پھر ایک زد میں چھپ گئے۔ آہستہ آہستہ اس کا اثر ہوتا گیا۔ لیکن مدت تک بلدہ شام میں اسمٰعیلیوں کا ظہور کہیں کہیں ہو جایا کرتا تھا۔

مگر اُس وقت بھی اسمٰعیلی فدائی موجود تھے۔ مصر کے سلطان محمود نے

امیر کرہ سنگر کو مروانے کے لئے تیس خنجر بردار فدائی بھیجے تھے۔ اُنھوں نے کئی دیگر امیروں پر بھی حملے کئے۔ جس سے اُنکی ہیبت طاری ہو گئی۔ سلطان محمد مصری نے بغداد میں بھی فدائی بھیجے۔ اُن میں سے ایک نے گورنر بغداد پر خنجر سے حملہ کر دیا اور خنجر بھونکتے وقت کہا ”سلطان نزار کے نام پر“ اور فوراً غائب ہو گیا۔ اُمراء نے اُن فدائیوں کا پتہ لگا کر اپنے ہاں نوکر رکھنا چاہا۔ لیکن سوائے ایک کے سب خودکشی کر گئے۔ لیکن سُنیوں کے قابو نہ آئے۔

ابوسعید کے تین پشتوں پیچھے جبکہ تمام کوہستان دائرہ اسلام میں لوٹا ہوا سمجھا جاتا تھا۔ سلطان شاہ رخ نے علامہ جلالی کو واسطے تحقیقات مذہبی حالات اپنی سلطنت کے بھیجا۔ جلالی نے اٹھارہ مہینوں تک دورہ کر کے نتیجہ یہ نکالا کہ گو ظاہرا سب جگہ اسلام کی اشاعت ہے۔ لیکن خفیہ طور پر اسمٰعیلیوں کے عقائد اسوقت تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اب اُنھوں نے خنجر کو ہاتھ سے رکھ دیا تھا لیکن مکّاری اور ہوشیاری سے شاہی درباروں میں شامل ہو کر زیادہ تر وزرا اور مصاحبین سلطنت کو اسمٰعیلی بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ اسوقت بھی فارس اور شام میں اسمٰعیلی ہیں۔ لیکن اُن میں حشاشین کی خونخواریوں نے حکمت عملی سے تبادلہ کر لیا ہے۔ اور اُن کا عقیدہ شیعہ اور عیسائیت کی آمیزش ہے۔ شیوالیر جوزف وان ہمیر نے اپنی کتاب علیسوی انیسویں صدی کے پہلے چوتھائی حصہ میں لکھی تھی۔ جس کا ترجمہ ۱۸۳۵ء میں شائع ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ فارس کے اسمٰعیلی اپنا امام اس شخص کو سمجھتے ہیں جو علاقہ قوم کے موضع کیہہ میں سکن گزین ہے۔ وہ اسمٰعیل بن جعفر الصدیق سے اپنا شجرہ نصب ملاتے ہیں۔ اُن کے عقیدہ کے مطابق امام خدا کا اوتار ہوتا ہے۔ اس لئے اسمیں معجزہ دکھلانیکی طاقت ہوتی ہے۔ اور اسمٰعیلی جو ہندوستان تک پھیلے ہوئے ہیں دریائے گنگا ور سندھ

بھینٹ چڑھا کر اُس سے برکت حاصل کرنے آتے ہیں۔ کوہستان کے کچھ قلعوں میں ابتک اُن کی آبادی ہے۔ اور وہاں وہ حسینی فرقہ کے نام سے مشہور ہیں شام کے اسمٰعیلی سقط کے شیخ کے معتقد ہیں۔ ظاہر میں یہ اسلام کے شریعت کے کٹر پابند دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن باطن میں وہ علیؑ کے خدا کا اوتار ہونے کے قائل ہیں۔ اور روشنی ابدی کو دنیا کی پیدائش کا وسیلہ مانتے ہیں۔ اور حسن دوم (جس نے شرع کی پابندی اُڑا دی تھی) کے ہم عہد اُس کے داعی الدعاۃ شیخ رشید الدین کو خدا کا آخری اوتار سمجھتے ہیں۔ یہاں شیوالیرالین ہیمر سے جو مدد ملنی تھی مل چکی۔ اس کے بعد ہندوستان کے اسمٰعیلیوں کی تواریخ کے اندر تفتیش کرنی لازمی ہے۔ اُس کے لئے میں نے کتاب "مذاہب الاسلام" مؤلفہ و مصنفہ مولانا نجم الغنی صاحب رامپوری کی چھان بین کی۔ اور اُن کے دئے ہوئے حوالہ جات کی اصل کتابوں سے مطابقت کی۔ اور انہیں عموماً صحیح پایا اس لئے ہندوستان میں اسمٰعیلیوں کی داستان انہیں کی تصنیف سے شروع کی جاتی ہے۔

فصل سوم

ہندوستان میں فرقہ اسمٰعیلیہ

"قلائد الجواہر فی احوال الجواہر" میں لکھا ہے کہ جب سلطان صلاح الدین کی کوشش سے ملک مصر سے مذہب جہدیہ اکھڑ گیا۔ تو اکثر مردان اسمٰعیلیہ اپنے داعی کے ساتھ ملک مصر اور مغرب سے نکلکر جنوبی بمبئی میں رہے۔ کیونکہ وہاں شہر حراز میں قدیم سے اُن کا داعی موجود تھا...... اب گجرات۔ دکن۔ مالوہ۔ کوکن راجپوتانہ میں بوہرے نام سے مشہور ہیں۔ ابجد العلوم اور سبحۃ المرجان میں لکھا ہے کہ بیوپار ہندوستانی زبان میں تجارت کو کہتے ہیں۔ اور بوہرے کے معنی تاجر کے ہیں اور بوہرے تجار کے معنی میں اس لفظ کی جمع ہے۔ چونکہ یہ ساری قوم تجارت پیشہ ہے اس لئے بوہرے کہلاتی ہے...... ان کے داعی سابق میں احمد آباد۔ برہان پور اور اُجین میں رہتے تھے۔ اب کئی پشت سے بندر سورت میں رہتے ہیں۔ اور دس لاکھ روپے کے قریب سالانہ قوم بوہرہ سے ان کو پہنچتا ہے۔ امیرانہ ٹھاٹھ سے بسر کرتے ہیں۔ قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین کی جلد اول میں لکھتے ہیں کہ اس زمانہ سے قریب تین سو برس پیشتر ایک فاضل ملا علی نامی کی ہدایت سے یہ لوگ مسلمان ہوئے ہیں...... بوہرے در اصل ہندو تھے۔ اور کسی قدر ہندوؤں کے رسم و رواج اور عقیدے پر اب تک چلتے ہیں صفحہ ۲۱۹

(۱) بوہروں کا بیان

مولانا نجم الدین نے مختلف اقسام کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ بوہرے

اصل میں ہندو تھے۔ اور عیسی کی تیرہویں اور چودھویں صدی میں مسلمان بنلئے
گئے۔ روایت ہے کہ مصر کے خلیفہ مستنصر باللہ نے عبداللہ اور احمد نامی دو اشخاص
کو یمن کے داعیان کے پاس بھیجا۔ اور حکم دیا کہ انہیں ہندوستان بھیجا جاوے
وہ دونوں جاکر پہلے کھمبات کے ساحل پر اُترے۔ وہاں کا راجہ بُت پرست
اور اسلام کا سخت دشمن تہا۔ اور جو مسلمان ہاتھ لگتا اُسے قتل کرا دیتا۔ شیخ
عبداللہ یمن سے زبان ہندی سیکھکر آئے اور کھمبات کے ساحل پر اُترے
اُن کو بھی اپنی جان کا اندیشہ تہا۔ خوف و رجا کی حالت میں رہے۔ اور ساحل
کے باغوں میں چھپ رہے۔ ایک روز کھیتوں کی طرف سے گذر ہوا۔ ایک
آدمی معہ اپنی جورو کے کام کر رہا تہا۔ عبداللہ اس کے پاس گئے۔ اور پانی طلب
کیا تاکہ پیویں۔ جواب دیا کہ پانی تو اس کنوئیں میں تہا۔ لیکن چند روز ہوئے کہ
خشک ہوگیا ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ مجھے وہ کنواں دکھادو کہ کہاں ہے۔ ان
دونوں نے کہا وہ کنواں یہ ہے۔ کیا کروگے۔ تم اُسمیں پانی پھر نکال لا سکتے
ہو۔ عبداللہ نے جوابدیا بلکہ اللہ ہر شے پر قادر ہے.... اگر خداتعالی اسوقت
اس کنوئیں کے پانی سے تم پر اپنا احسان کرے تو اسوقت تم دونوں مسلمان
ہوجاؤگے۔ اور میرے رب پر ایمان لاؤگے۔ دونوں بولے ہاں.... پس عبداللہ
کنوئیں میں اُترے اور اُسکی تہاہ میں ایک نیزہ جو اُن کے ہاتھ میں تہا گاڑ دیا۔
پانی کا سوت جاری ہوگیا۔ عبداللہ باہر نکل آئے اور پانی کنوئیں میں اُبلنے لگا
یہانتک کہ بھر گیا۔ اور وہ دونوں عورت و مرد یہ حال دیکھکر مسلمان ہوگئے۔
عبداللہ انہیں نومسلموں کے پاس ٹھیر گئے۔ اور وے ان کی خدمت کرنے
لگے۔ مرد کا نام کاکا کیلا اور عورت کا نام کاکی کیلی تہا۔ کاکا کیلا نے صلاح
دی اگر سارے ہندوستان کو مسلمان بنانا ہے تو پہلے کسی راجہ کو مشرف باسلام کرو

لیکن اُس کے لئے پہلے وزیر کو چیلہ بنانے کی ضرورت ہوگی۔ کھمبات کے
راجہ کا وزیر بہارمل تہا۔ اور وہ ایک پوجاری پر عقیدت رکھتے تھے۔ عبداللہ
کھمبات میں پہنچے۔ اور پوجاری کے مندر تک چلے گئے۔ وہ لڑکوں کو پڑھا
رہا تہا۔ ککّو۔ کھکھو وغیرہ۔ عبداللہ نے ٹوکا کہ پڑھاتے ایک حرف ہو اور بولتے
ہو چار حرف۔ یہ عجیب حیرانی ہے۔ پوجاری خود حیران ہوا۔ اور علم حق کا خواہاں
ہوا۔ خلوت میں عبداللہ صاحب نے بتلایا کہ تم ہندی میں لکھتے ہو ایک حرف ک
اور پڑھتے ہو چار حرف۔ ککّو وہ تین کاف ہیں اور بعد اُن کے واؤ۔ پس انہیں
ہر دو کاف ہر دو اصل روحانی کی مثال ہیں اور وہ دونوں ایک جنس سے
ہیں اور وہ عقل ہے۔ اور تیسرا کاف اور واو ہر دو اصل جسمانی کی مثال ہیں
اور دونوں کے درمیان ایک جہت سے فاصلہ ہے۔ اور ہر ایک ہر دو اصل
میں سے ایک متحرک ہے اور دوسرا ساکن۔ اور وہ دلیل اس بات کی ہے
کہ ایک دونوں میں سے مفید۔ اور دوسرا مستفید ہے۔ اس قسم کی باتیں
ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ پنڈت عبداللہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا۔" اس اول
جلول دلیل سے متاثر ہوکر کو دوں دیکر پڑھا ہوا پنڈت خفیہ مسلمان ہوگیا۔ اور
عبداللہ کو مدد دینے لگا۔ پھر پنڈت بہارمل وزیر کو بُت پرستی سے نفرت دلائی
اور اُسے بھی مسلمان بنالیا۔" بہارمل مومن مخلص ہوگیا۔ اور ایمان پوشیدہ
رکھتا تہا۔ اور چھپکر نماز پڑھتا تہا۔ ... پنڈت کے پاس ٹھیر کر عبداللہ سے
خفیہ آداب دین اسلام ..... سیکھا کرتا تہا۔" راجہ کے ایک خدمت گار نے
راجہ صاحب کو خبر کردی۔ اور اُس نے بہارمل کو نماز پڑھتے جا پکڑا۔ دریافت
پر بہارمل نے بہانہ کیا کہ میں جو جھک رہا تہا ایک سانپ کی تلاش میں تہا۔ جو
صندوق کے نیچے سے چلا گیا۔" راجہ نے اس صندوق کے نیچے سانپ کو

ڈھونڈھنے کا حکم دیا۔ یکایک اس کے نیچے سے ایک سانپ بل کھاتا ہو نکل آیا۔
راجہ نے بہارل کی بات کو سچ جانا۔ اور خیلنجور جھوٹے پڑے'' اس کے بعد
عبداللہ کی ایک چالاکی کا ذکر ہے۔ مورتی ہاتھی کی چاروں طرف مقناطیس
کے پتھر کے باعث ہوا میں کھڑی تھی۔ ایک مقناطیسی پتھر ہٹا کر ہاتھی کے پیر
آرام کے بہانے سے ٹکوا دیے۔ راجہ کے پاس پھر ان کی چالاکی کی مخبری ہوئی۔
راجہ نے اُن کی گرفتاری کو لشکری بھیجے۔ عبداللہ آیتیں پڑھنے لگا لشکری
وہیں کھڑے رہ گئے۔ پھر راجہ ساری فوج لیکر چلا۔ اور جب عبداللہ کے قریب
پہنچا تو ''پاؤں اسی جگہ جم گئے۔ اور اُن میں آگ بھڑک اُٹھی'' پھر کیا تھا راجہ
نے توبہ کی۔ عبداللہ نے کہا اگر تمہارا بت میری پوجا کرنے لگ جائے تو تم اسلام
لاکر میرے دین میں داخل ہو جاؤ گے۔ راجہ نے ہاں میں جواب دیا۔ عبداللہ
نے ''بت کی طرف دیکھکر فرمایا۔ اے ملعون اُٹھ۔ اور میرا ڈول لیکر جا تالاب سے
پانی بھر لا۔ اور جلد لوٹ کر آ۔ پس یک بیک بحکم خدا وہ بت کھڑا ہوا اور جواب دیا
لبیک سعدیک اور ڈول لیکر تالاب پر گیا۔ اور اسمیں تمام پانی جس قدر تالاب
میں تھا بھر لایا۔ اور تالاب کو خالی چھوڑ دیا کہ مچھلیاں تڑپنے لگیں۔ اور ڈول بھر کر
عبداللہ کے پاس لاکر رکھ دیا'' پھر حکم دیکر پانی تالاب میں چھوڑوا دیا کہ مچھلیاں
بچ گئیں۔ پھر کیا تھا'' شیخ عبداللہ کی یہ کرامات دیکھکر بہت سے ہندو مسلمان
ہو گئے۔ جس قدر برہمن مسلمان ہوئے اُن کے زنار ایک من سے زیادہ
وزن میں تھے۔ پھر تو جگہ بہ جگہ لوگ مسلمان ہونے لگے۔ اور عبداللہ سے
شاگرد در شاگرد برابر پیر اور امام بنتے رہے۔

کیا آج عبداللہ سا پہونچا ہوا کوئی مسلمان نہیں ہے؟۔ خواجہ حسن نظامی
معجزوں کا دعویٰ کرتے اور مباحثے کے مدعی ہیں۔ اور مولانا عبدالباری قتل مرتد

کا حکم لگاتے ہیں۔ کیوں نہیں ایسے معجزہ کرتے کہ بجائے ہندوؤں کے دیومندر توڑنے اور باجہ اور آرتی کے وقت خون خرابہ کرانیکے کوئی ایسا معجزہ دکھاتے جس سے ہندوستان کے سارے ہندو۔ سکھ۔ عیسائی اور پارسی وغیرہ خودبخود مسلمان ہو جائیں۔ اور خواجہ اور مولانا کے ہم مذہب خون خرابے کرنے سے بچ جائیں۔

کھمبات اور گجرات میں اسلام کی اشاعت کی اور بھی مختلف کہانیاں ہیں جن میں معجزات کا بہت بڑا دخل ہے۔ ان قصہ جات پر مختلف مصنفوں کی رائیوں کا اجماع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کچھ بھی ہو گجرات میں اسلام حکمت عملی سے پھیلا ہے۔

"بوہرے مہدویہ میں سے مستعلویہ ہیں۔ اور مستعلیہ میں سے طیبیہ ہیں۔ اور جعفر صادق کے بعد چار اماموں کے مستور و مخفی ہونے کے قائل ہیں۔ اور وہ چار یہ ہیں۔ عبداللہ۔ احمد۔ حسین اور طیب" اور عبداللہ مہدی کا سلسلہ امام جعفر صادق سے ملاتے ہیں۔

"بوہروں کے علماء کسی سے مناظرہ نہیں کرتے۔ خاصکر مذہبی مناظرہ سے بالکل بچتے ہیں۔ نہ اپنے مذہب کے اصول و فقہ و حدیث و تفسیر و عقائد کی کتاب غیر مذہب والے کو دکھاتے ہیں۔ اس بات میں اُن کا عہد ہے اور مجھکو جو کچھہ انتخاب مجالس سفینہ وغیرہ کا ملا ہے وہ ایک بڑی تدبیر کے ساتھ اودے پور میواڑ میں داؤدیہ بوہروں کے ہاتھ سے لگا ہے۔ کیونکہ یہاں یہی گروہ رہتا ہے۔

جس قصبہ یا شہر میں بوہرہ رہتے ہیں وہاں اُنکی تمام جماعت ایک محلہ میں سکونت رکھتی ہے۔ دوسرے مذہب والے کو اسمیں جگہ نہیں دیتے......

اپنی شادی غمی میں سوائے اپنی برادری کے دوسرے کو دخل نہیں دیتے
اپنی ہی قوم میں بیاہ شادی کرتے ہیں۔ اور ناچ رنگ وغیرہ نہیں کرتے۔ کسی
غیر مذہب والے مسلمانوں میں سے بیٹی نہ لیتے ہیں نہ دیتے ہیں۔ بوہرے
باوجودیکہ ہندوؤں سے سخت پرہیز رکھتے ہیں۔ مگر ابتک اُن میں کچھ باتیں ہندوؤں
کی باقی ہیں۔ مثلاً اُن کے یہاں مستورات کے پردہ کا رواج نہیں ہے۔ باہر
بیحجاب پھرتی ہیں؟ لہنگے پہنتی ہیں۔ یہ لوگ سود علانیہ لیتے دیتے ہیں۔ اور دیوالی
میں جگمگاہٹ کی رات کو ہندوؤں سے زیادہ خوشی اور سامان روشنی کا اہتمام
کرتے ہیں۔ اسی شب حساب کتاب کی نئی بہیاں شروع کرتے ہیں۔۔۔ ہندی
مہینوں اور تاریخوں کے اعتبار سے حساب کتاب رکھتے ہیں۔۔۔۔ مسجد میں عورتوں
کے واسطے بھی ایک حصہ علیحدہ رکھتے ہیں۔ نماز تین وقت پڑھتے ہیں۔ (یہ شاید
تین کال کی سندھیا کی یادگار ہے۔ مؤلف)۔۔۔۔ سالانہ نذرانہ ہر ایک اپنے مقدور کے موافق
اور زکوٰۃ کا روپیہ داعی کو بھیجتا ہے (صفحہ ۴۳ و ۱۴۳)

بوہروں میں داعی کی طرف سے ہر گاؤں میں ایک شخص زکوٰۃ وصول کرنے
کے لئے مقرر رہتا ہے۔ جسے عامل و قاضی کہتے ہیں۔ زکوٰۃ - گندم یا جو یا چھوارے
یا مویز کی شکل میں وصول کیا جاتا ہے۔ اگر نہ ہو تو نقد وصول کرتے ہیں۔ (شاید
اسی کی تقلید میں سکھ گوروؤں نے مسند مقرر کئے تھے۔ مؤلف) ۱۵ برس سے
کم عمر والے سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جاتی۔ دیگر مسلمانوں سے ان کے روزے
کے دن بھی مختلف اور عید کا دن بھی مختلف۔ حج کے لئے جاتے ہیں۔ لیکن روز
قبل ہی حج کے رسوم ادا کر لیتے ہیں۔ لیکن کسی پر راز ظاہر نہیں کرتے "تاریخ لوہ
میں لکھا ہے کہ اگر اس قوم کی عورت نے زنا کرایا یا کوئی اور قصور کیا تو شوہر نے
خفیہ پانچ روپیہ اُس کے دوپٹہ میں باندھ دئے۔ جب عورت نے روپیہ دیکھے

معلوم کیا کہ شوہر نے اُسے طلاق دیدی ہے۔ وہ اپنے باپ کے گھر چلی گئی ہے"۔

مرنے کے بعد قبر میں مردے کے ساتھ ایک صحیفہ رکھا جاتا ہے۔ اُس میں رسول خلفاء انبیاء کے نام لے لے کر اور داعی تک پہنچا کر مردہ کی روح کے لئے دعا کی جاتی ہے۔

بوہروں کے فرقے داؤدیہ سلیمانیہ۔ علیہ۔ ناگپوری۔ آخری ملا عبدالحسین کے چیلے ہیں۔ داؤدیہ بوہروں نے ملا عبدالحسین سے بحث کر کے مار کٹائی بھی کی مگر آخر وہ امام کی طرف سے ثابت ہو ہی گئے۔ اور انہیں بھی پیرو مل گئے۔

جعفریہ پیروان جعفر ساکن پٹنہ۔

بوہروں کے عجیب عقائد ہیں۔ وہ بھی مہدی موعود کے منتظر ہیں۔ وہ مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ تک ہر ایک پیغمبر کے لئے ایک مقیم ہوتا تھا۔ اور ایک وصی بھی ہوتا تھا۔ اور اُس کے زمانہ میں نبوت میں آئیہہ اور دین کے حدود ہوا کرتے تھے۔ حضرت آدم کے مقیم ہنید تھے اور اُن کے وصی ہابیل تھے۔ حضرت نوح کے مقیم ہیود تھے۔ اور وصی سام۔ حضرت ابراہیم کے مقیم صالح تھے اور وصی اسمٰعیل حضرت موسیٰ کے مقیم آدا اور وصی ہارون تھے۔ اور حضرت عیسیٰ کے مقیم خزیمہ اور وصی شمعون تھے۔

مختصر یہ کہ اسمٰعیلیوں میں سے فرقہ بوہرہ بالکل بے شر اور شریف آدمی ہیں اپنے داعی کو پچیس لاکھ سالانہ تک بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ لیکن علانیہ خفیہ جہاد سے اپنے فرقہ کو بڑھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ مجھے اکثر بمبئی اور گجرات میں و نیز سفر میں ان لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اگر سچی وحدانیت سے پُر ویدک دھرم کے اصول ان لوگوں کو سمجھائے جائیں تو اُمید ہے کہ ان میں بہت اپنے پرانے سناتن دھرم کی شرن میں آ کر شانتی اور آنند لابھ کر سکتے ہیں۔

(۲) خوجوں کا بیان

خوجوں کا فرقہ نزاریہ سے سیدھا تعلق ہے۔ شیخ الجبل حسن دوم جس نے شریعت محمدی کی سب پابندیاں توڑ دی تھیں اپنے آپ کو حضرت نزار کے فرزند ہادی کا بیٹا ظاہر کیا تھا۔ گویا حشاشین کا شیخ۔ اُس کے بعد حضرت نزار کا جانشین اور امام سمجھا جانا چاہیئے۔ دکھلایا جا چکا ہے کہ شیخ کیا محمدؐ کے لڑکے کے ساتھ اسکی تبدیلی کر لی گئی تھی۔ بلکہ یہاں تک بھی روایت ہے کہ شاید ہادی نے کیا محمد کی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو کر حسن دوم کو پیدا کیا تھا بہرصورت اگر آغا خاں اپنے آپ امام نزار کے سلسلہ میں سمجھتے ہیں تو وہ بلا شبہہ بددیا کے حشاشین کے جانشین ہیں۔

مولانا محمد نجم الغنی خاں نے اپنے رسالہ "مذاہب اسلام" طبع سوم میں عقیدہ نزاریہ کی بابت لکھا ہے "نزاریہ کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے۔ اور زمانہ غیر متناہی ہے۔ اور ارواح تناسخ کرتی ہیں اور معاد جسمانی کا انتظار کرتے ہیں۔ جنت اور دوزخ کے بھی منکر ہیں۔ کہتے ہیں معاد روحانی ہے۔ اور بہشت دوزخ معنوی چیز ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر شخص کے لئے قیامت اسکی موت ہے۔ (گویا قیامت قرآنی کے قائل نہیں ہیں) اور ملاحدہ کے نزدیک کسی شئے کا وجوب عقل کے ذریعہ ثابت نہیں ہوتا۔ پس ایمان باللہ کو عقل واجب نہیں کرتی۔ اور نہ عقل سے ایمان کی خوبی اور کفر کی بُرائی دریافت ہو سکتی ہے۔ بلکہ شرع سے جانی جاتی ہیں۔ (صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۳)

سائیکلوپیڈیا آف انڈیا کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۳۰ میں حالات حیدرآباد کے ضمن میں لکھا ہے کہ خوجوں کو ایران میں ہلاکو خاں نے مارا تو وہ اُسوقت:

بھاگ کر ہندوستان میں آئے - اور امپیریل گزیٹیر آف انڈیا تالیف ہنٹر جلد سوم صفحہ ۵۲ مطبوعہ ۱۸۸۵ء میں لکھا ہے کہ خوجے ہندوؤں میں سے ایمان لائے ہیں - اور ان لوگوں نے آغا خاں کو اسمٰعیلی خاندان کا امام اور اپنا روحانی پیشوا تسلیم کیا ہے - اور آغا خاں گویا اساسین (جس کی اصل حشیشین ہے اور یہ حسن صباح حمیری کا گروہ ہے) کے قایم مقام سمجھے جاتے ہیں - اس فقرے سے کہ آغا خاں گویا حشیشین کے قایم مقام بات ثابت ہوتی ہے کہ آغا خاں خاندان نزاریہ میں سے ہیں نہ مستعلویہ میں سے - یہ وجہ ہے جو مستعلویہ کی روش پر ہیں آغا خاں کی امامت سے منکر ہیں - اور بوہروں کے ملاجی جن کا مقام سورت میں ہے اور آغا خاں میں یہ فرق ہے کہ آغا خاں خود اسمٰعیلی نسل سے ہونیکی وجہ سے اپنے متبعوں کے نزدیک امام ہیں - اور بوہروں کے ملاجی داعی ہیں امام نہیں"
(صفحہ ۵٦)

ہندوستان میں اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کا حال زیادہ تر "مسٹر ٹی ڈبلیو - آرنلڈ کی کتاب پریچنگ آف اسلام" سے لینا ہمیں نے مناسب سمجھا ہے وجہ یہ کہ خواجہ حسن نظامی سے کٹر داعی اسلام نے بھی اپنی فاطمی دعوت اسلام میں جگہ بجگہ انہیں کے حوالے دئے ہیں - آرنلڈ نے ہندوستان میں اشاعت تبلیغ اسلام کا ذکر اپنی کتاب کے صفحہ ۲۵۴ سے ۲۹۳ تک کیا ہے - اس میں تبلیغ کے لئے دونوں طرح کے جہادوں کا ذکر ہے - علانیہ جہاد کے ضمن میں مصنف محمود غزنوی - تیمور - محمد غوری - فیروز تغلق - علاءالدین خلجی - اکبر اورنگزیب اور ٹیپو سلطان کے کارنامے دینے کے لئے مجبور ہوگیا ہے - ان کے مفصل بیان کا یہ موقع نہیں ہے - ہاں خفیہ جہاد کا ذکر جو انہوں نے کیا ہے اس کی کسیقدر تفصیل میں بیان جانے کی ضرورت ہے -

مگر اس بیان میں بھی ایک بات صاف معلوم ہوتی ہے۔ کوہستان رود بار
اور عرض شام کی خونخوار قوموں کے اندر خفیہ جہاد کے لئے خنجر کے استعمال کی
ضرورت تھی۔ کیونکہ سیمیٹک قوموں کا خاصہ ہی کشت و خون رہا ہے۔ لیکن
ہندوستان میں آریہ قوم کے ساتھ واسطہ پڑا۔ جن پر خفیہ جہاد کے دیگر ذرایع
بہت جلد اثر پذیر ہوتے تھے۔ یعنی سام۔ دام اور بھید یہاں ڈنڈ کی
کچھ ضرورت نہ تھی۔

ہندوستان میں پہلے اسمٰعیلی مبلّغ

روایت ہے کہ علامہ عبدالقادر جیلانی کی نسل میں سے سید یوسف الدین
تھے۔ جن کو خواب میں ہدایت تبلیغ ہوئی۔ اور وہ بغداد سے سیدھے سندھ
میں آئے۔ سنہ ۱۴۲۲ء سے دس برس کے عرصہ تک اُنہوں نے کام کیا۔ اور مُوہانوں
کے ... گھر مسلمان بنائے۔ اُس کے بعد پیر صدرالدین اسمٰعیلی داعی سنہ ۱۴۳۰ء میں
پہنچے۔ اُنہوں نے اپنا ایک ہندو نام رکھا۔ اور ہندوؤں کے مذہب کی مناسبت سے
ایک کتاب بنائی۔ جس کا نام (دسا اوتار) (یعنی دس اوتار) رکھا۔ اس کتاب
میں حضرت کو دسواں اوتار مانا تھا۔ خوجوں نے اس کتاب کو ابتدا سے ہی بطور
آسمانی کتاب کے مانا۔ اور مرنے کے وقت وہ کتاب ہمیشہ برکت کے لئے پڑھی
جاتی ہے۔ (اس کتاب کا مفصل حال آگے دیا جائیگا) اور اسی طرح بہت سے
دستورات میں اس کو پڑھتے ہیں.... سب سے پہلے پیر صدرالدین کے مرید اعلاے
سندھ کے گاؤں اور قصبوں میں ہوئے۔ اور اُنہوں نے کچھ میں بھی جا کے
اسلام پھیلایا۔ اور وہاں سے اُن کے اصول جنوب کی طرف گجرات اور بمبئی
تک پھیل گئے۔ پیر صدرالدین پہلے اسلامی مشنری نہیں ہیں، جو ہندوستان

میں آئے۔ بلکہ اُن سے چند صدی پہلے اسمٰعیلیوں میں سے ایک شخص المُوت سے بھیجا گیا تہا۔ اور یہ گجرات میں پہنچا۔ وہاں سِندھ راج کی حکومت تھی۔ اس اسمٰعیلی نے اپنا ہندو نام رکھا۔ اور مسلمانوں سے کہا کہ میرا اصلی نام سعادت ہے۔ اس شخص نے کُنبی۔ کہار اور کوری ادنیٰ قسم کے ہندوؤں کو مسلمان کیا۔ مگر ہم جو آگے چلکر ایک مقدمے کے کاغذات سے پیر کے حالات پر مزید روشنی ڈالیں گے اُن سے یہ ثابت ہوگا کہ ہندوستان میں سب سے پہلے خوجوں کے اسمٰعیلی بنانے کے لئے پیر صدرالدین ہی آئے تھے۔ اور یہ مضمون خود سلطان محمد شاہ آغاخاں کے بیان سے ماخوذ ہوگا" صفحہ ۳۵۵ و ۳۵۶

قلعہ المُوت کے شکست ہونے اور حشاشین کے ہلاکو خاں سے تہ تیغ کئے جانے کے بعد آغاخاں کے اجداد مشرقی حصہ ایران میں آباد ہو گئے" ایران میں سکونت اختیار کرنے کے بعد عرصہ دراز تک آغاخاں کے اسلاف کے خاندان کے تاریخی حالات کا پتہ نہیں لگتا۔ ان میں جو پہلا شخص نامور ہوا وہ مرزا ابوالحسن خاں قمی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شخص سلاطین زندیہ کے عہد سے آغا محمد شاہ کے سلطنت ایران حاصل کر لینے تک کرمان کا حاکم رہا۔ مرزا ابوالحسن کے انتقال کے بعد اُن کے فرزند شاہ خلیل اللہ نامی محلات قم میں رہنے لگے اس لئے محلاتی مشہور ہوئے۔ شاہ خلیل اللہ امام جعفر صادق کی اولاد میں تھے اسی وجہ سے فرقہ اسمٰعیلیہ میں نہایت واجب التعظیم اور امام سمجھے جاتے تھے۔ ان کے پاس اسمٰعیلیہ فرقہ کے ہزاروں آدمی ایران۔ توران بلکہ ہندوستان تک کے آتے اور زکوٰۃ بے شمار پہنچاتے تھے۔ یہ اعلیٰ درجہ کے امیرانہ ٹھاٹھ سے رہتے تھے... پھر یزد کو چلے گئے۔ وہاں دو برس رہنے پائے تھے کہ اتفاق سے ایک دن اُن کے کارندوں اور خادموں سے ایک دوکاندار کا جھگڑا ہوگیا۔ اُس نے نواب مرزا جعفر

صدر الممالک سے شکایت کی۔ نواب نے شاہ خلیل اللہ کے آدمیوں کو سزا کے لئے
طلب کیا۔ وہ شاہ خلیل اللہ کی حویلی میں چھپ گئے۔ مرزا جعفر نے اُن کی گرفتاری
میں اصرار کیا۔ شاہ حسین کے انکار پر فوج بھیجی گئی۔ اندر سے اسمٰعیلیوں نے مقابلہ
کیا۔ نواب کے آدمی کواڑ توڑ کر گھس گئے اور شاہ خلیل اللہ معہ بہت سے اسمٰعیلیوں
کے مارے گئے۔ "فتح علی شاہ" بادشاہ فارس نے بُلاکر حاکم یزد اور اُس کے ماتحت کو
رسوا کیا۔ اور خلیل شاہ کے پسر **حسن علی شاہ** کو پاس بلوا کر بہت تسلّی و تشفی کی
اور اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ فتح علی شاہ کی وفات کے بعد محمد شاہ
کے (ایران کے تخت پر) جانشین ہونے میں جھگڑا پیدا ہوا۔ اُس وقت حسن علی شاہ
کرمان کا غدر فرو کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ اور اُس بلوے کی بیخ کنی میں کامیاب
ہوئے۔ اس صلہ میں اُن کو صوبہ مذکور کی گورنری کا عہدہ مفوض ہوا۔ اور دو
برس تک اس عہدہ پر رہے۔ پھر محمد شاہ نے اُنہیں وہاں سے علیحدہ کر کے اپنے
پاس بُلایا۔ بادشاہ کے پاس تو نہ گئے قلعہ بم میں متحصن ہو گئے۔ نواب فریدوں
مرزا گورنر فارس کی سفارش سے اُن کا قصور معاف ہوا۔ اور محلات کے حاکم مقرر
کئے گئے۔ حسن علی شاہ کے پاس چونکہ دولت و ثروت اور معتقدوں کی کثرت
تھی۔ اس لئے سلطنت کی طرف سے اُن کے خیالات اچھے نہیں رہتے تھے۔
۱۲۵۵ھ میں محمد شاہ نے اثنائے سفر عراق میں بخشی علی خاں کو شاہزادہ فرخ سیر
مرزا والیٔ ہمدان کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ حسن علی شاہ کو یہ توہم ہوا کہ یہ میری
گرفتاری کے لئے معمور کیا گیا ہے۔ اس لئے کوہستان عراق میں چلے گئے۔
حسن علی شاہ کے باپ کے وقت کے اور خود اُن کے زمانہ کے بھی بہت سے آدمی اُن کے
مرید کرمان میں.... تمام اسمٰعیلیہ اُن کی جاں نثاری کو موجود تھے۔ حیدر آباد سندھ
اور بندر عباس میں بھی اُن کے بہت سے ماننے والے تھے.... مکہ معظمہ کی روانگی

کا حکم حاصل کیا۔ پھر جعلی احکام سلطنت کی جانب سے اس مضمون کے تیار کر کے کہ کرمان کی حکومت حسن علی شاہ کو دی گئی اپنے دوستوں کے پاس بھیجدیے ...اور خود بندر عباس کی راہ سے طائف اور نجد کے بندرگاہوں کو عبور کر کے کرمان پہنچنے کا تہیہ کیا۔ جب یہ خبر شاہی حکام کو ہوئی تو بہمن مرزا بہاؤالدولہ حاکم یزد اور فضل علی خاں حاکم کرمان کے نام حسن علی شاہ کی گرفتاری کے لئے احکام صادر ہوئے ...حسن علی شاہ نے اور بربابک کو فتح کیا" پھر بھائی کو سیرجان پر قبضہ کرنے بھیجا۔ وہ گھیر لیا گیا۔ حسن علی شاہ مدد کو پہنچے اور شکست کھاکر بھاگے۔ پھر اسفندقہ پر قبضہ کر کے رسد جمع کی۔ پھر وہاں فضل علی خاں نے اُن کو شکست دی وہ پھر فرار ہوگئے۔ اور سردیوں میں فوج جمع کرتے رہے۔ اور موسم بہار آتے ہی پھر کرمان کی فتح کے لئے تیار ہوئے۔ تب حسن علی شاہ سے جو مقابلہ پر آیا اُسی کو شکست دی اور پہنچکر قلعہ مشیز میں بڑے استحکام کے ساتھ رہے۔ فضل علی خاں نے وہیں حملہ کے لئے کوچ کر دیا۔ حسن علی شاہ ایسے گھبرائے کہ خبر سنتے ہی بھاگ گئے۔ فضل علی خاں نے تعقب کیا اور بلوچستان کی حد پر انہیں جا گھیرا دو تہائی آدمی حسن علی شاہ کے مارے گئے۔ اور وہ خود سب سامان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور دشمن نے اُن پر قبضہ کر لیا۔ حسن علی شاہ قندھار ہوتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے۔

"حسن علی شاہ کی کچھ جائداد ہندوستان میں تھی۔ اُن کے آنے سے ہندوستان کے طرفدار بہت خوش ہوئے۔ یہ نہایت نمودی لیاقت و فراست کے آدمی تھے۔ انہیں یہ دیکھکر بڑی حیرت ہوئی کہ ایرانیوں اور انگلستانیوں کے اصول اور برتاؤ میں کس قدر فرق ہے۔ اُن کو برٹش انتظام

سے موانست ہوئی۔ اور اُنہوں نے جلد اس کا ثبوت دیا۔ اول افغانی جنگ
اور سندھ کی لڑائی میں (جو ۱۸۳۸ء سے ۱۸۴۲ء تک رہی) قیمتی خدمات انجام
دی ہیں (وجنرل سر چارلس نیپیر صاحب سے ملاقات کر کے اُن کے ساتھ سندھ
کی جنگ و جدل میں شریک رہے۔ اور جو سرحدی جرگے اُن کی سرغنائی تسلیم
کرتے تھے اُن پر اپنا اثر ڈالا گویا اپنے مسلمان بھائیوں کی تباہی کا باعث
ہوئے۔ مؤلف) اس کے بعد اُنہوں نے بمبئی اور پونہ میں بود و باش اختیار
کی۔ اور گورنمنٹ سے اُن کو پنشن ملی۔ اور ہز ہائینس خطاب عطا ہوا۔ اور
اُن کو دربار فارس سے آغا خاں خطاب ملا تھا۔ جو اُن کے اور اُنکی اولاد
کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔ امامت سے اُسکا کچھ تعلق نہیں ہے۔ جب ۱۸۸۱ء
میں آغا حسن علی شاہ نے چوراسی برس کی عمر میں انتقال کیا تو اُن کے بڑے
بیٹے آغا علی شاہ اُن کے جانشین ہوئے۔ یہ سر جیمس فرگوسن صاحب کے
عہد گورنری (بمبئی) میں اُن کی مجلس آئین و قوانین کے ممبر مقرر ہوئے۔
اُنہوں نے ۱۸۸۵ء میں قضا کی۔ وہ صرف چار برس اسمٰعیلیہ (نزاریہ) فرقہ
کے مقتدا رہے۔ اُنہوں نے انتقال سے ایک سال قبل اپنے خلف الرشید
سلطان محمد شاہ کے سامنے گلو کو جو اُن کا فارس کا ترجمان تھا گنان
(جنتر) پڑھنے کا حکم دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ خوجے شیعہ امامیہ
اسمٰعیلیہ کے مذہب میں آگئے ہیں۔ اور اسلام شاہ اُس زمانہ کے
امام بتلائے گئے تھے۔ اور اُن کی گدی کے جانشین کو ہمیشہ امام سمجھنا
چاہیئے۔ اور اُس کو نجوشی دسوند (آمدنی کا دسواں حصہ) نذر کرنا چاہیئے
آغا علی شاہ نے اپنی زندگی میں سلطان محمد شاہ کو احمد آباد کے قریب
کمود میں اپنے مرنے سے ایک ماہ پہلے اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔

یہ رسم اس طرح ادا ہوئی کہ جماعت خانہ میں اُن کو لے گئے اور اُن کو تخت پر بٹھلا کر جماعت کو حکم دیا کہ اُن کے ہاتھ چومیں۔ دس برس کی عمر میں سلطان محمد شاہ آغا خاں کو موروثی ذمہ داری ملی۔ ان کی والدہ ایرانی فلاسفر نظام الدولہ کی دختر تھیں جو نہایت عقیل و فہیم تھیں۔ اُنہوں نے تسلیم کیا کہ اگر مناسب طور پر اعلیٰ درجہ معمور کرنا منظور ہے تو اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی جائے۔ عربی فارسی کی کتابیں تو یہ دیکھ چکے تھے۔ لیکن اُن کے انگلش کے اتالیقوں نے ان میں مغربی خیالات کو بڑی ترقی دی۔ انگلش کے عمدہ عمدہ مصنفوں کے پڑھنے کا انہیں ذوق و شوق ہو گیا۔ اسی وجہ سے ان کا انگلش زبان کا لب و لہجہ نہایت درست ہے۔

۱۸۹۷ء میں آغا خاں نے اپنے چچا آغا خاں جنگی شاہ کی بیٹی سے شادی کی۔ آغا جنگی شاہ کو اثنائے حج میں اُن کے مخالفوں نے مار ڈالا۔ ۱۸۹۸ء میں آغا خاں کو سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا۔ اور وہ یورپ کی سیر کو گئے۔ اور ایوانِ ونڈزر میں ملکہ وکٹوریہ کی بجا آوری آداب کا شرف حاصل ہوا۔ ایڈورڈ ہفتم اس وقت ولیعہد سلطنت برطانیہ اعظم کے تھے۔ آغا خاں اُن کے روبرو پیش ہوئے۔ اور رفتہ رفتہ یہ ملاقات دوستی کی حد تک پہنچ گئی۔

"آغا خاں جب سے یورپ کی سیر کو گئے تب سے اُن کے ساتھیوں کے دو گروہ ہو گئے۔ جو لوگ اُن کے پیروان سے جدا ہو گئے وہ اثنا عشری خوجوں کے نام سے موسوم ہوئے۔ اس علیحدگی کا خاص باعث یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس مذہب کو عمل کے قابل اور آغا خاں کو مذہبی سرغنائی کے لائق نہیں سمجھا۔ جدید فرقہ نے اپنی ایک مسجد بالا میں متصل سیموئل سٹریٹ میں افتتاح کی۔ اور لوکل اخبارات میں اس کو شائع کرا دیا۔ ۱۹۰۱ء میں جبکہ آغا خاں کے

واپس بمبئی میں داخلے کی خبر گرم ہوئی تو ۹ مارچ ۱۹۱۰ء کی صبح کو یہ بات پھر مشتہر کی گئی۔ جب آغاخاں بمبئی میں داخل ہوئے تو اُن کے پیروان کو بدلہ لینے کا موقع مِلا۔ مسجد کا ایک متولی جب مسجد سے نکلکر اپنے گھر کو جا رہا تھا تو اُس پر حملہ کیا گیا۔ اور اُس کے سر و سینہ اور چہرہ پر چھریاں ماری گئیں۔ جس سے وہ بے جاں ہوکر گرا۔ اس کے بعد اُنہوں نے لال جی سجن اور قاسم تانجی میانی دو دوسرے متولیوں پر حملہ کیا اور اُن کو شدید مجروح کیا۔ اس پر ۱۸ مارچ کو اپنے پیروان کو جمع کرکے آغاخاں نے اُن کو سخت جھاڑ ڈالی اور پنتھ سے خارج کردینے کی دہمکی دی۔ اور آئندہ کے لئے ایسی نازیبا حرکات سے باز آنیکا فرمان جاری کیا۔ نزاریہ فدائیوں نے تو وہ عمل کیا جو اُن کو قلعۂ الموت سے ورثہ میں ملا تھا جو حشاشین کی سفاکیوں اور اُن کے خنجر آبدار کے کرشموں کو دیے پڑھ چکے تھے۔ لیکن اُنکو کیا معلوم تھا کہ اُن کے امام آغاخاں یورپ سے نیا سبق سیکھ کر آئے ہیں۔ اور اپنے ہندوستانی آبا و اجداد کی پیروی میں انہوں نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے سام۔ دام اور بھید سے کام لینے کو کافی سمجھکر ونڈ (یعنی قتل مُرتد) کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہدی ہے۔

آغاخانی لوگ حشاشین کے بدنام فرقہ کے تعلق سے بچنے کے لئے ظاہر کیا کرتے ہیں کہ اُن سے اِن کا کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن ان کی مشہور کتاب گنان ایک صد سے ظاہر ہے کہ خدا کا مقام الموت تھا اور وہ وہاں سے آیا ہے۔ (دیکھو بھاگ ۲ صفحہ ۹۷ سطر ۱۵) پھر کتاب سندھیا کے صفحہ ۳۸ سطر ۷ سے ۹ تک میں لکھا ہے کہ خدا گڑھ الموت سے آئے ہیں اور اپنی جگہہ ہم کو دکھائی ہے۔

اگست ۱۹۰۲ء میں جب بادشاہ ایڈورڈ ہفتم نے تاجپوشی کا جشن لندن میں کیا

تو اُس موقع پر آغا خاں بھی ہندوستان سے بلائے گئے۔ اور اس تاجپوشی
کے اعزاز میں ۲۶ر جون سنہ مذکور کو جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب عطا ہوا
جرمن مغربی افریقہ میں سر آغا خاں نے عمدہ خدمات کیں۔ اور لوگوں کو اُس کام
پر رضامند کیا جس کو وہ لوگ ابتداً ناپسند کرتے تھے۔ شہنشاہ جرمن نے
ان خدمات کے جلد دمیں آغا خاں کو تمغۂ سٹار آف پردشیا عطا کیا۔ سر آغا خان
کی اُن مقلدین کے دلوں میں کیسی عزت ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا
جاسکتا ہے کہ اُن کی پیشوائی شہنشاہوں کی طرح ہوتی ہے۔

خوجوں کے عقائد وغیرہ کی تفصیل

" حاجی بی بی بیوہ مسعود شاہ نے آغا سلطان محمد شاہ پر بمبئی کی عدالت
عالیہ میں بحیثیت دختر آغا جنگی شاہ (چچا آغا خاں) سنہ ۱۹۰۸ء مطابق سنہ ۱۳۲۶ ہجری
میں دعوے دایر کیا کہ وہ مشترکہ خاندانی جائداد کی جو ہندوستان اور ایشیائے
کوچک میں ہے۔ اور جس کی مالیت دو کروڑ روپیہ کی ہے حصہ دار ہے۔ اور
مدعیہ نے حسب قانون شرح محمدی فقہ اثنا عشری اپنا حق طلب کیا۔ اور مدعا علیہ
کی طرف سے کہا گیا کہ وہ " اسمٰعیلیہ شیعہ امامیہ ہے جن کے عورتوں کو ترکہ ملنے کا
اجراح نہیں ہے۔ اس مقدمہ کے ضمن میں اس فرقہ کی بہت سی تاریخی و مذہبی
باتیں مختلف پیشیوں میں خود آغا خاں اور اُن کے متبعون نے بیان کیں جن میں
سے کچھ مناسب موقع یہاں لکھے جاتے ہیں۔

" خوجوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آغا خاں فرقہ اسمٰعیلیہ کے امام ہیں اور اُن میں
ہر ایک امام اپنے پیش رو اماموں کے سلسلے کے ذریعہ سے حضرت علیؑ کی روشنی
حاصل کرتا ہے۔ اور ان سب آئمہ کا سلسلہ علی تک پہنچتا ہے۔ اماموں میں

آغا سلطان محمد شاہ کا نمبر ۴۸ واں ہے...... مشرقی افریقہ والے آغا خاں کو جبکہ وہ وہاں جاتے ہیں روپیہ دیتے ہیں یا اُن کے حکم سے اُن کے ساہوکاروں کو بھیجدیتے ہیں۔ یہ خیال کرنا غلط ہے کہ آغا خاں کو نذریں قرآن کی ہدایت کے موافق دی جاتی ہیں جو کہ سیّدوں اور غربا اور مسافروں وغیرہ کو دینے کا حکم دیتا ہے۔ خوجے اپنی آمدنی میں سے دسواں حصّہ آغا خاں کو دیتے ہیں۔ اور اُس نذر کو دسوند بولتے ہیں۔ گنان میں اس کی ہدایت ہے۔ یہ خوجوں کا فرض ہے کہ اپنے امام کو نذر دیں۔ گنان میں بہت سے بیانات ہیں جو کہ اس بات کی صلاح معتقدوں کو دیتے ہیں۔ یہ لوگ جو اپنی آمدنی کا ایک بڑا حصّہ آغا خاں دیتے ہیں تو وہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے امام کو نذر دیں تو وہ اس جہان میں سر سبز ہونے اور صلہ حاصل کرنے کے علاوہ دوسرے جہان میں بھی نجات حاصل کریں گے۔ بعض نذریں آغا خاں کو ڈاکٹر اور وکیل کی دی جاتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ آغا خاں کو اس لئے دی جاتی ہیں کہ وہ ڈاکٹروں اور وکیلوں کی فیس ادا کریں۔ بلکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دینے والے کو ڈاکٹروں اور وکیلوں کے متعلق نقصان سے بری رکھیں گے اور اُنکو بیمار نہونے دیں گے۔ لیکن تعجب ہے کہ اس بار انگلینڈ میں سخت بیمار ہو کر آغا خاں نے ڈاکٹروں کو معقول فیس دی۔ اور گذشتہ سال گھوڑ دوڑ کے متعلق ایک مقدمہ میں باوجود لایق وکیل کو بھاری فیس دینے کے بھی ناکامیاب رہے۔ موٴلف آغا خاں کو گو خدا نہیں سمجھتے یا خدا کی طرح پرستش نہیں کرتے۔ لیکن اُن کو دنیا میں خدا کا قایمقام تصور کرتے ہیں۔ (صفحہ ۳۶۷ سے ۳۶۹ تک)

خوجے آغا خاں کو خدا کا اوتار سمجھتے ہیں۔ اس کے لیے میں ایک شمسی بھائی کی قلم سے نکلے ہوئے رسالہ میں سے آغا خانیوں کی مذہبی کتابوں کا خلاصہ

پیش کرتا ہوں۔

"ہندو بھائی دہرم کے پیچھے لڑکر مارے گئے۔ کئی مارے خوف کے مسلمان
ہو گئے۔ کئی اپنے دہرم کو وشیش سمجھکر مسلمان نہ ہوئے۔ کئی اپنی جان بچانے کی
خاطر مسلمان فقیروں کو ماننے لگ گئے جو آج تک رواج چلا آتا ہے۔ کئی ہندو
سخی سرور علاقہ ڈیرہ غازی خاں کو۔ اور کئی سید مٹھا جموں والے کو۔ اور کئی
شاہ سکندر ضلع جہلم والے کو اور کئی بہار الحق ملتان والیکو مانتے ہیں۔
اور کئی خانقاہوں پر مسلمانوں کو دیکھکر چڑھاوے چڑھاون اور سلامیں
بھرنے لگ گئے تھے۔ اُسیوقت شمس دین فقیر دیدانی ہوا تھا۔ شمس دین
کی موجودگی میں کوئی ہندو اُن کا مرید نہیں ہوا تھا۔ جب پر لوگ سدہار گئے
اُن کے پیچھے ہندو بھائی مارے خوف کے اُن کو ماننے لگ گئے۔ لیکن زیادہ
جھیور اور ٹھٹھیار و سُنار اور تھوڑے کھتری دیکھا دیکھی اپنی جان بچانیکی
خاطر شمس دین کے مرید کہلانے لگ پڑے۔ تاکہ مسلمان لوگ سختی نہ کریں
اُس کے پیچھے شمس دین کے پوتے دورہ کرتے تھے جو شمس دین کے مرید کہلاتے
تھے۔ اُن کو کچھہ بھیٹا شکت دیدیا کرتے تھے۔ اُس وقت شمسی مت کا کوئی پُستک
ہمارے ملک میں نہ تھا جیسا کہ اب بھی موجودہ ضلع مُلتان و ضلع جھنگ علاقہ چنیوٹ
و ضلع شاہ پور و ضلع کوہاٹ میں ہندو شمس دین کے مُرید کہلاتے ہیں وہ
بھی سیّدوں کو پچھلے رواج کے بموجب کچھہ دیدیا کرتے ہیں۔ مگر شمسی مت
کی پُستکوں کو نہیں جانتے۔ پہلے پہل شمسی مت کے پُستک اس طرح
بنائے گئے تھے۔ جب شمس دین کے پوتا نے ہندوستان علاقہ گجرات
میں رہنے کے سبب ہندوؤں کے پُران پُستکوں کی اچھی طرح واقفیت
کرلی۔ جب یہ مسلمانی راج اُرہا تو ہندو ہم کو ماننا چھوڑ دیں گے۔ اسواسطے

صدر دین نے اسلام شاہ سے مل کر دلیل باندھی کہ پستک ہندوؤں کو
قابو رکھنے کے لئے بنائیں اوتار پرمیشور کے آد سے شروع کریں۔ اور آخر
اوتار آپکو بنائیں گے۔ چاروں ویدوں کو علیحدہ علیحدہ ملنا لکھیں تاکہ
اس سمے اتھروید کی جگہ قرآن حدیث نسیخ کرائیں۔ اس ملک میں بہت
مدت سے مہابھارت کے بدھ سے پیچھے پران پستکوں کا رواج پھیلا ہوا
تھا۔ اس واسطے اوتاروں پر نسیخ ہو رہی تھی۔ ویدوں کو بھی آدی پستک مانتے
تھے۔ تینتیس ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو بھی مکت ہوئے سمجھتے تھے۔ جس طرح عیسائیوں
نے اپنے عیسا مسیح پر ہندوؤں کو نسیخ کرانے کے واسطے ہندوؤں کی پستکوں
جیسی اپنی پستکوں کے نام رکھدئے ہیں جیسے منگل سماچار اور سندر برانی
کتھا۔ دان مکتے دان۔ دھرم پستک کا سار۔ گرو گیان۔ جنبھی کرنی تھی بھرنی گیتا
کی پوتھی۔ عیسیٰ ہنہ کلنگ کی موت۔ گرو پریچھا۔ عبادت مکتاولی۔ اس طرح
صدرالدین وحسن کبیر دین وامام شاہ وغیرہ نے ہندوؤں کے پستکوں جیسے
اپنے پستکوں کے نام رکھدئے ہیں۔ جیسے دس اوتارہ۔ بدھ کتھا۔ کرم کتھا
دھرو کتھا۔ انست۔ مول گور تری د [illegible]) ہنہ کلنگی گیتا۔ پانڈوؤں
کی ویل۔ ست بچن۔ سندھیا ارجن گیتا۔ ارادھ۔ ونیں۔ گائیتری ہستنا پلی
ستو گنان۔ اکٹھا کر کے غلام حسین کھوجی بمبئی والے نے بیڑ باندھ دیا۔ ان پستکوں
میں اس طرح لکھنا شروع کیا۔ سرشٹی کے آد سے آخیر تک چار کلپ ہیں آد
سے یکر وشنو تک تین کلپ گذر چکے تھے۔ یعنی جائیلا۔ فائیلا۔ عارضہ۔
ان کے بیچ رگ یجر سام وید مانتے جاتے تھے۔ لڑکے کے کڑوں سمت پیدا ہوا
کرتے تھے۔ چوتھے خلیفہ کلپ میں اتھر وید ماننا چاہیئے۔ گویا صدر دین وغیرہ
نے کلپوں کی عار بلا گیوں جتنی سمجھی۔ ان تینوں کلپوں میں پرمیشور کے اوتار

یہ لکھدئے ہیں۔ سری اُنیاد۔ الکھہ۔ نام۔ نیل۔ انیل۔ سن۔ سان۔ نان
گیان۔ نور۔ تیج۔ جل۔ گمرٹ۔ آد۔ بدھ۔ جاگ۔ تنو۔ پریم تنو۔ چوتھے خلیفہ
کلپ میں پرانوں کے انسار آد۔ وِشنو کو پرگٹ اوتار لکھا۔ وشنو سے حصّے
دو کردیئے۔ وشنو کو پرمیشور کا اوتار لکھا۔ برہما کو وِشنو کا گرو لکھدیا۔ وشنو
سے کِرتا یگ کے اوتار کو اس طرح لکھنے شروع کئے۔ گپت اوتار۔ سرنن اُنیاد
عاد۔ اُبھیاگت۔ عاد۔ سری۔ ہوتو۔ دہرم کیول۔ اُنیاڈ۔ اُترا۔ ہرتیک۔
پُرورداہ۔ اَنَت۔ اتیت۔ پریم رکھ کرتا یگ میں پرگٹ اوتار مچھّ سری مچھ کی
ماتا سنکھاوتی۔ پتا۔ پریم رکھ۔ گرُ ان دھاتا۔ شکتی چنڈکا دیوی ہستناپور
سے مچھ نے دوارکا میں جاکر ڈیٖنت سنکھاسر کو مارا۔ پھر مچھ کے آگے گپت
اوتار لکھے۔ منائق اجاسیر۔ اُگرسین۔ اِچھا اُت برسیت۔ دسوامتر۔ یواتر۔ پرویر
پرگٹ۔ اوتار کورم۔ سری کورم کی ماتا کملاوتی۔ پتا پرویر۔ گرو ایکار رکھ۔
شکتی اجنا دیوی منوور سے بسائر میں کورم میں ڈیٖنت مددکٹیک کو مارا پھر
کورم کے آگے گپت اوتار لکھے۔ بسرمائیت۔ دکھیائیت۔ پرجاپت۔ اُگرسین
قدیم دوہیل۔ تیسرا پرگٹ اوتار۔ ویراہ۔ سری وراہ کی ماتا۔ پدماوتی۔ پتا دوہیل
پورکھ۔ گرو سیسانند۔ شکتی بنکا دیوی۔ بگ پور نگری سے مان سرور میں ویراہ
نے ڈیٖنت مور کو مارا۔ پھر ویراہ کے آگے گپت اوتار لکھے۔ کیشو کہتریاں دنیش
آس اناور۔ نس۔ خلیپت۔ گوتم۔ آنت۔ ہرتیک۔ چوتھا پرگٹ اوتار
نرسنگ۔ سری نرسنگ کی ماتا چندراوتی۔ پتا ہرتیک گرد امرتیج۔
شکتی سیمادیوی۔ کشمیر سے ملتان میں نرسنگ تھم سے پیدا ہوکر ڈیٖنٹ کو
مارا۔ اُسوقت رگ وید مانا جاتا تہا۔ اُس کے مطابق کِرتا یگ میں جیوون
اواگون میں بتیس ۳۲ پھیرے ہوتے تھے۔ پرش کے سامنے بیٹھنے سے استری

کوار دہان ہوتا تہا
آٹھ سو تینتیس (۸۳۳) برس چار مہینے بالک پیٹ میں رہتا تہا - ایک لاکھ برس منش
کی عمر ہوتی ہی - گرگھانہ ڈو سو چھپر (۲۰۰) ہوتا تہا - جگ میں ہاتہی کو مار کر پہر جیواتے
تھے - سونے کی مُہر گہٹ پاٹھ پینے والے دیتے تہے - سونے کے برتنوں
میں گہٹ پاٹھ ہوتا تہا - جاپ شنو دیو جپتے تھے - اکادشی ایتواری اکھنڈ ورت
رکھتے تھے -

ساڑھے انیس (۱۹½) دسوے دہرم ہوتا تہا - آدہا (½) دسوا پاپ
ہوتا تہا - مردے کو جنگل میں چھوڑ آتے تھے - دسوند اوتاروں کو دیتے تھے -
پندرہ کروڑ منش نیم والے تھے - اُس میں سے پانچ کروڑ کبھی نرگ میں گئے
اور پانچ کروڑ اواگون میں گئے - پانچ کروڑ راجہ پرہلاد بہگت کے ساتھ مکت
ہوئے پھر نرسنگ کے آگے تریا یگ کے گپت اوتار لکہے - منایق - ریک
کیشو وڈن - کیشور کھ - ترتیا ریگ میں پرگٹ اوتار وہمن سری وہمن کی
ماتا لیناوتی پتا کیشور کھ - گرد بہوچن شکتی کوئیلاں دیوی وہمن نے ون تہنی
یعنی جونا گڑھ سے کوئیلا پور پانٹ ڈینت راجہ بل کو مارا - پہر وہمن کے آگے
گپت اوتار لکہے - مان دہاتا - پرہبی جائے - اسرین - جم لگن جہیواں پرگٹ اوتار
پرس رام - سری پرس رام کی ماتا رنگا دتی - پتا جم لگن - گرو اکاس بہیے
شکتی ترجا بہوانی موج پور سے پٹنہ میں پرس رام نے ڈینت سہنسر بہو کو مارا
پھر پرس رام کے آگے گپت اوتار لکہے - رگ - نگ - جحیات - مکھ - علیف -
اجے پال - دسرتھ - ساتواں پرگٹ اوتار رامچندر - سری رامچندر کی ماتا
کشلیاوتی - پتا دسرتھ گرو لکھمن - شکتی ستیا ستی اجودہیا پوری
نگری سے لنکا میں رامچندر نے ڈینت راون کو مارا - اس وقت یجر وید

مانا جاتا تھا۔ اُس کے مطابق جیوون کے آواگون کے پچیس پھیرے ہوتے تھے۔
استری پُرش کے دیکھنے سے استری کو ارد ہان ہوتا تیس برس چار مہینے بالک
پیٹ میں رہتا تھا۔ دس ہزار برس منش کی عمر ہوتی تھی۔ گر خانہ بچھیتر ہوتا تھا۔
یگ میں گھوڑے کو مار کر پھر جیواتے تھے۔ چاندی کے برتنوں میں گھٹ پاٹھ
ہوتا تھا۔ گھوڑے کا مکھ چاندی کا روپیہ گھٹ پاٹھ پینے والے دیتے تھے۔ جاب
نور دیو جیتے تھے۔ چودس منگواری اکھنڈ ورت رکھتے تھے۔ پندرہ وسوے
دھرم پانچ حصے پاپ ہوتا تھا۔ مُردے کو جل میں ڈال دیتے تھے۔ دسونداوتاروں
کو دیتے تھے۔ اکیس کروڑ منش نیم والے ہوتے تھے۔ اُن میں سے سات کروڑ کبھی
نرگ میں گئے اور سات کروڑ آواگون میں گئے اور سات کروڑ راجہ ہریچند کے
ساتھ مکت ہوئے پھر رامچندر کے آگے دواپر یگ کے گپت اوتار لکھے۔ پدم
جسوڈن۔ ویرپال۔ داس دیو۔ دواپر یگ کا آٹھواں پرگٹ اوتار کرشن
سری کرشن کی ماتا دیوکی۔ پتا داش دیو۔ گرو وید ویاس شکتی رانی رکمنی
گوکل سے متھرا میں جا کر کرشن نے ڈینت کنس کو مارا۔ پھر کرشن کے آگے
گپت اوتار لکھے۔ پرچھیت۔ جنمیجا۔ سیوستان۔ بدہ استان۔ دیر وچھراج
نانواں پرگٹ اوتار بدھ۔ سری بُدھ کی ماتا سری رنگاولی۔ پتا ویر وچھراج گرو
ہنسراج شکتی پرسا دیوی اجین پور سے کل کھیتر میں جا کر بُدھ نے ڈینت دریودھن
کو مارا۔ اُس وقت سام وید مانا جاتا تھا۔ اُس کے مطابق دواپر یگ میں جیوون
کو آواگون کے سولہ پھیرے ہوتے تھے۔ استری پُرش کے ساتھ ہاتھ سے ہاتھ
ملانے سے استری کو حمل ہوتا تھا۔ آٹھ برس چار مہینے پندرہ دن بالک پیٹ
میں رہتا تھا۔ ایک ہزار برس منش کی عمر ہوتی تھی۔ یگوں میں گائے کو مار کر
پھر جیواتے تھے۔ تانبے کے برتنوں میں گھٹ پاٹھ ہوتا تھا۔ گائے کا مکھ تانبہ

کے بیسہ گھٹ پاٹھ پینے والے دیتے تھے۔ جاپ شُدا دیو جپتے تھے۔ اماوس مواکی اکھنڈ ورت رکھتے تھے۔ پانچ وِسواہی پندرہ وسوا پاپ ہوتا تھا۔ مُردے کو جلاتے تھے۔ ستائیس کروڑ منش نیم والے تھے۔ اُن میں سے نو کروڑ یکھی نرگ میں گئے اور نو کروڑ آواگون میں گئے نو کروڑ راجہ یدھشٹر کے ساتھ مکت ہوئے پھر بدھ کے گپت اوتار لکھے۔ شیث۔ سام۔ سلام۔ ملکان۔ اسلام۔ ڑان۔ صاقان۔ عدنان۔ ماحد۔ نیزار۔ مالک۔ بھیرے۔ لوے۔ قائیب۔ مُرے۔ کلاب۔ کوسے۔ عبدالمطلب۔ ابوطالب۔ ولی کلیگ کا دسواں پرگٹ اوتار یا علی سری یا علی کی ماتا حضرت بی بی فاطمہ۔ پتا ابوطالب ولی۔ گرو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم۔ شکتی بی بی فاطمہؑ جنت خاتون طاہرہ عرب دیش مکہ پوری سے ملتان میں یا علی ڈیرہ لگائیگا۔ دلی اور ملتان کے درمیان یا علی ڈینٹ کلنگہ کو مار یگا۔ یا علی کو دشمن ملہم مصری نے مار ڈالا تھا۔ اسواسطے صدر دین نے اسلام شاہ موجودہ کو وشنو کی جوت بنانے کے واسطے یا علی کی جوت کا کرسی نامہ لکھا آپ صدر دین نے برہما کی جوت بننے کے واسطے محمد کا کرسی نامہ لکھا۔

وشنو کی جوت بعتینی پر میشور

(۱) حق مولانا شاہ علی۔
(۲) حق مولانا شاہ حسین۔
(۳) حق مولانا شاہ زین العابدین۔
(۴) حق مولانا شاہ محمد باقر۔
(۵) حق مولانا شاہ جعفر صادق۔
(۶) حق مولانا شاہ اسمٰعیل

برہما کی جوت بعتینی پر میشور کے گرو

(۱) پیر نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم
(۱) پیر امام حسن
(۳) پیر قاسم شاہ۔
(۴) پیر جعفر شاہ۔
(۵) پیر زین العابدین۔
(۶) پیر امیر احمد۔

(۷) حق مولانا شاہ محمد بن اسمعیل۔	(۷) پیر ست گر نور
(۸) حق مولانا شاہ وفی احمدؑ۔	(۸) پیر اندر امام الدین۔
(۹) حق مولانا شاہ تقی محمدؑ۔	(۹) پیر محمد منسوب۔
(۱۰) حق مولانا شاہ رزی عبدل۔	(۱۰) پیر غالب دین۔
(۱۱) حق مولانا شاہ مہدی محمدؐ۔	(۱۱) پیر عبد المجید۔
(۱۲) حق مولانا شاہ قایم۔	(۱۲) پیر مُستنصر باللہ
(۱۳) حق مولانا شاہ منصور۔	(۱۳) پیر احمد ہادی۔
(۱۴) حق مولانا شاہ موعض	(۱۴) پیر ہاشم شاہ۔
(۱۵) حق مولانا شاہ عزیز۔	(۱۵) پیر محمد شاہ۔
(۱۶) حق مولانا شاہ حاکم ابو علی۔	(۱۶) پیر محمد شاہ۔
(۱۷) حق مولانا شاہ ظاہر علی۔	(۱۷) پیر محبّ دین۔
(۱۸) حق مولانا شاہ مُنصتنصر باللہ	(۱۸) پیر خالق دین۔
(۱۹) حق مولانا شاہ نیزار۔	(۱۹) پیر عبد المومنین۔
(۲۰) حق مولانا شاہ ہادی	(۲۰) پیر اسلام دین۔
(۲۱) حق مولانا شاہ مہدی	(۲۱) پیر صلح دین
(۲۲) حق مولانا شاہ قہر	(۲۲) پیر صلاح دین۔
(۲۳) حق مولانا شاہ اللہ ذکریہ اسلام	(۲۳) پیر شمس دین۔
(۲۴) حق مولانا شاہ اللہ محمدؐ	(۲۴) پیر نصیر الدین۔
(۲۵) حق مولانا شاہ جلال لدین حسن	(۲۵) پیر شہاب الدین۔
(۲۶) حق مولانا شاہ علاؤ الدین محمدؐ۔	(۲۶) پیر صدر الدین۔
(۲۷) حق مولانا شاہ رکن الدین خراسانی۔	

(۲۸) حق مولانا شاہ شمس الدین محمدؒ

(۲۹) حق مولانا شاہ قاسم

(۳۰) حق مولانا شاہ اسلام شاہ

سری اسلام شاہ کی ماتا بی بی فاطمہ پتا قاسم گرو پیر صدرالدین استری فاطمہ دیلم
دیس تھتھ پوری نگری سے ملتان میں آکے ونیت کلنگے کو مار گیا۔ اتھر ب وید مینا
مینا جاند اسی اس کے انوسار کلجگ میں جیوؤں کے آواگون کے ۸ پھیرے۔ استری
پرکھ مل تیھن کرتے تاں استری کو اردھان ہو جاتا۔ دس مہینے بالک پیٹ میں رہتا
ایک سو برس ٹنش کی آریا دیج یگ میں بکرے کو مار کر پھر اُٹھاتے۔ مٹی کے برتنوں
گھٹ پاٹھ ہوتا۔ بکرے کا مکھ میٹھ داں گھٹ پاٹھ پینے والے دیتے۔ ۳۶ کروڑ
نیم والے تھے جس سے ۱۲ کروڑ کنبھی نرگ میں گئے۔ اور ۱۲ کروڑ آواگون میں گئے
باقی ۱۲ کروڑ صدرالدین کے ساتھ مکت ہوئے۔ آگے واسطے یہ طریقہ رکھدیا جو
گدی نشین ہو وہ وشنو کی جوت کہلایا کرے۔ جو منتری (یعنی وزیر ہو) وہ برہما
کی جوت کہلایا کرے۔ جس وقت دوسرا بھائی اپنا نہ ہو ایک گدی والا ہو وہ
دونوں جوتیں کہلایا کرے۔ برہما تے وشنو جیسے سندھیا میں لکھا ہے۔ محمد علی
کی اٹھتالیسویں پیڑھی جیسا کہ موجودہ آغا محمد سلطان شاہ ہے۔

(۳۰) حق مولانا شاہ اسلام شاہ

(۳۱) حق مولانا شاہ محمد بن اسلام شاہ

(۳۲) حق مولانا شاہ مستن سر بلا

(۳۳) حق مولانا شاہ عبدالسلام

(۳۴) حق مولانا شاہ غالب مرزا۔

(۳۵) حق مولانا شاہ بوذر علی۔

(۲۷) پیر حسن کبیرالدین۔

(۲۸) پیر تاج الدین۔

(۲۹) پیر بندیار جوانمردی۔

(۳۰) پیر حیدر علی۔

(۳۱) پیر علاؤالدین۔

(۳۲) پیر قاسم شاہ۔

(۳۶) حق مولانا شاہ مراد مرزا
(۳۷) حق مولانا شاہ ذوالفقار علی۔
(۳۸) حق مولانا شاہ نورالدین علی
(۳۹) حق مولانا شاہ خلیل اللہ۔
(۴۰) حق مولانا شاہ نیزار
(۴۱) حق مولانا شاہ سید علی۔
(۴۲) حق مولانا شاہ حسن علی
(۴۳) حق مولانا شاہ قاسم علی۔
(۴۴) حق مولانا شاہ ابوالحسن علی
(۴۵) حق مولانا شاہ خلیل اللہ
(۴۶) حق مولانا شاہ آغا حسن علی
(۴۷) حق مولانا شاہ آغا علی شاہ
(۴۸) حق مولانا شاہ آغا سلطان محمد شاہ

(۳۳) پیر نصیر محمد۔
(۳۴) پیر بابا آغا حسن شاہ۔
(۳۵) پیر محمد ضمان۔
(۳۶) پیر آغا عزیز۔
(۳۷) پیر محراب بیگ
(۳۸) پیر علی اکبر بیگ۔
(۳۹) پیر آغا علی اصغر بیگ
(۴۰) پیر مرزا شاہ حسن علی۔
(۴۱) پیر مرزا شاہ قاسم علی۔
(۴۲) پیر ابوالحسن علی۔
(۴۳) پیر مرزا محمد باقر۔
(۴۴) پیر ماتا سرکار سلامت۔
(۴۵) پیر آغا حسن علی۔
(۴۶) پیر آغا علی شاہ
(۴۷) پیر خلیل اللہ
(۴۸) پیر ابوالحسن علی۔
(۴۹) پیر آغا سلطان محمد شاہ

اب مقدمہ آغا خاں میں اُن کے چند گواہوں سے جو سوالات کئے گئے اُن کے جواب دئے جاتے ہیں جو بلحاظ تعلق آغانی مذہب کے بڑے دلچسپ ہیں۔
(حاضر امام (اس کی جگہ محض ہندو فرقوں نے بھی وقت گورو کا لوہانا ہے جیسے روپڑ کے باوا لشند امن کامت) ۱۹-۲۱-۲۳ رمضان کو نماز پڑھاتے ہیں

نہ ہم بارہ اماموں کی زیارت نہیں پڑھتے - علی خدا ہے - علی کے پہلے دس اوتار ہوئے ہیں - ہم نمازوں میں کبھی نہیں پڑھتے - کوئی خوجہ حج کرنے اور کاظمین اور سامرہ کو نہیں گیا - قرآن کو میں نہیں مانتا - جب قرآن نازل ہوا میں موجود نہ تھا (سوال) قرآن کو بحیثیت مسلمان ہونے کے مذہبی کتب جانتے ہو (جواب) جس کی ہوگی وہ جانے (سوال) تم مسلمان ہو (جواب) ہاں - مگر دوسرے فرقے کے (سوال) قرآن پر عمل کرتے ہو - (جواب) نہیں (سوال) لا الہ الا اللہ کو مانتے ہو (جواب) ہاں ہمارے مذہب میں بھی ایسا ہے نماز سال بھر میں دو بار پڑھتے ہیں - نماز بھی یوں نہیں ہوتی کہ وہاں حاضر امام نہیں ہوتا علی دسویں اوتار ہیں محمد اُن کے پیغمبر تھے - علاوہ ان جوابات کے محض اور سوالات کے جوابات میں حضرت علی خدا ظاہر کئے گئے ہیں اور آغا سلطان محمد شاہ کو اُن کا مظہر قرار دیا گیا ہے - ۳ اگست ۱۹۰۸ء کے روزانہ "پیسہ اخبار" میں بھی یہ بیان درج ہے - اور ۱۰ جولائی ۱۹۰۸ء کے ٹائمز آف انڈیا میں ذرا تفصیل سے چھپا ہے۔" (صفحہ ۳۶۹ و ۳۷۰)

اس امر کے ثبوت میں کہ آغاخانی امام یا پیر اور خدا ایک ہیں اُن کی اپنی کتابوں میں اقتباس پیش کئے جا سکتے ہیں -

(۱) گنان ایک صد بھاگ صفحہ ۴۹ سطر ۶ و ۷ میں خدا کہتا ہے کہ ایک ہی نور سے میں اور پیر پیدا ہوئے -

(۲) کتاب گنان ایک صد بھاگ ۲ صفحہ ۱۷ سطر ۴ و ۵ میں لکھا ہے کہ خدا کی ذات اسمٰعیل گوتر نہکلنکی ہے -

(۳) کتاب گنان ایک صد بھاگ ۲ صفحہ ۹ سطر ۶ سے لیکر ۱۱ تک میں لکھا ہے کہ علیؑ اور محمد دونوں نے کمر سے تلوار باندھکر سالے جہان میں

بھرائی اور سوالاکھ راجاؤں کو قتل کیا اور ہندوؤں کو قتل کیا۔

(۴) کتاب گنان ایک صد بھاگ اول صفحہ ۱۹۲ و ۲۰۱ یاتھ ۳۰ میں خدا کہتا ہے کہ جو پورا دسوند مجھکو دیویگا اُس کو کوئی مصیبت اور بیماری نہ لگیگی

(۵) مومن چتاونی صفحہ ۱۲ و ۱۳ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ پیدا تو ہوئے مگر سات یوم تک آنکھیں بند رکھیں اور دودھ وغیرہ نہیں پیا۔ جب حضرت محمدؐ نے آن کر سلام کیا تب آنکھیں کھولیں اور سلام کا جواب دیا۔ اُسوقت حضرت علیؑ نے مُنھ کھولکر سب دُنیا اور چار کتابوں کا احوال اور سب راز بتلادئے یہ دیکھکر حضرت محمدؐ نے حضرت علیؑ کی والدہ کو مبارک دی کہ یہ بچہ خدا ہے جو دائمی ہے۔ پہلے حضرت محمدؐ نے دیدار کرکے پھر عام مریدوں کو بتلایا کہ جو اس کو پہچانیگا وہ مُکتی پاکر بہشت جاویگا۔ نبی محمدؐ نے بہت خدمت کی اور شکریہ ادا کرکے فرمایا کہ میں نے دیکھا خدا کو اور شناخت کرلیا۔ اس میں ذرا شک نہ لاؤ، آسمان سے ملائک بھی اُترے اور حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت نے کیا دیکھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اُنھوں نے معجزہ دیکھا ہے حضرت علی کے منھ میں اور منھ دیکھتے ہی تمام دنیا کے بھید اور راز معلوم کرلئے فرشتہ نے حضرت سے کہا کہ ہمکو بھی بتلاؤ۔ چنانچہ حضرت محمدؐ نے فرشتہ کو بھی دکھایا۔ فرشتہ نے دیکھکر کہا کہ خداوند نرا کار ہے دیکھے۔ خوش قسمت تھے حضرت محمد صاحب اور فرشتہ کہ مادی آنکھوں سے نراکار خدا کو دیکھا)

(۶) کتاب مومن چتاونی صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے۔ جو کوئی حضرت علیؑ کو خدا اور حضرت محمد کو پیر مانیگا اُس کا ایمان خدا درست رکھیگا۔ خدا علی کلجگ میں پہنچکر اُن کا ایمان رکھتا ہوا آخرت کے روز اُن کو نجات دیدیگا۔ حضرت محمد نے کہا سنو علی پروردگار! تمہارے حکم پر چلوں گا۔ تم میرے مہربان دنیا کے

بخشنے والے ہو۔

زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اب پھر مولانا نجم الغنی خاں صاحب کے مذاہب الاسلام سے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

"دس اوتار سے مراد یہ ہے کہ خدا نے دس جسم اختیار کئے تھے۔ اور گواہ نے یہ بھی کہا کہ میں علیؑ اللہ سے یہ بھی سمجھتا ہوں کہ علی میں خدا کا نور ہے گواہ نے پھر کہا کہ اس کا سبب ہم کیوں دس اوتار کی عزت کرتے ہیں یہ ہے کہ اُن میں دسواں اوتار بھی شامل ہے جس کو ہم مانتے ہیں۔ ہم اُن کو مقدس مانتے ہیں کیونکہ ان کو پیر صدر الدین نے لکھا ہے آغا حسن علی (دادا سر آغا خاں) کی نسبت کہا کہ وہ امام تھے۔ لیکن دنیا کے دوسرے حصص میں وہ پیر بھی کہلاتے تھے۔ اور گنان میں لکھا ہے کہ حاضر امام کے پیش کش میں کسی کو حصہ دار نہ بنایا جاوے (گویا مدعا علیہ کا کوئی حق جائداد میں نہیں ہے مؤلف) ان کے ہاں دعا میں تمام اماموں کے نام پڑھے جاتے ہیں اور تمام پیروں کے نام نہیں لئے جاتے۔ لیکن چند کے نام دوہرائے جاتے ہیں۔

"مسٹر جما بھائی جان محمد سوداگر و شریف بمبئی نے بیان کیا.....

عدالت کے سوال پر گواہ نے کہا کہ تمام معتقدین جبکہ حاضر امام کا نام آتا ہے سجدہ کرتے ہیں جبکہ اُن کا حاضر امام آتا ہے جھکتے ہیں۔ گواہ نے پھر تل سفرہ کی رسم بیان کی جو کھانے کی چند چیزوں کا نیلام ہے جس کے لئے جماعت خانہ کے ممبر بولی دیتے ہیں اور جو کہ بڑی بڑی قیمتوں کی خریدی جاتی ہیں جو کہ اُن کی اصلی قیمت سے بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں آغا خاں کے لئے خریدی جاتی ہیں۔ کربلا کی خاک (جس کے ساتھ شفا کی صفت اس عقیدہ سے لگائی جاتی ہے کہ اُس کی برکت کے اثر سے بیماریاں دور ہوتی ہیں) کے ساتھ ملا ہوا پانی

معتقدین کو دیا جاتا ہے ؛ جو کہ اُس کے عوض اپنے حاضر امام کو ثواب حاصل کرنے کے لئے روپیہ دیتے ہیں..... یہ لوگ خاندان کے کسی دوسرے شخص کو سوائے آغا خاں کے متبرک نہیں سمجھتے..... ۲۳ رمضان کو ایک رسم ہوتی ہے جس سے خوجوں کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ یہ وہ دن ہے جس میں خوجے اپنے گناہوں کا افسوس کرتے ہیں۔ آغا خاں کے چلے جانے پر دسا اوتار پڑھتے ہیں، اس رات حاضر امام کا ہاتھ نہیں چوما جاتا، کیونکہ یہ ماتم کی رات ہے۔

"خوجوں میں پیر بھی ہوتا ہے، پیر کا کام یہ ہے کہ امام کی عدم موجودگی میں اُس کی نیابت کرے، اور لوگوں کو اسمٰعیلی بنائے۔ آغا سلطان محمد شاہ کا بیان ہے کہ میرے وقت میں کوئی پیر نہیں۔ (اس لئے شجرہ نسب میں ۴۸ ویں پیر کے بعد امام اور پیر ایک ہی درج ہے)..... حاضر امام پیر کو مقرر کرتا ہے۔

۹ اکتوبر ۱۹۰۶ء کے پیسہ اخبار میں مندرج ہے

علی جی کا مندر

کہ پیر صدر الدین نے ہندوستان میں اکثر ہندو قوموں کے عقائد معلوم کرکے دعوےٰ کیا کہ کرشن جی کے جس اوتار کا انتظار ہے وہ عرب میں ظاہر ہو گیا۔ حضرت علیؑ کرشن جی کے اوتار تھے اور میں اُن کا نائب ہوں یہ دعوےٰ ہندوؤں کے رسم و رواج اور مذہبی جذبات کی رعایت رکھکر پیش کیا گیا تھا۔ دیسی زبانوں میں صوفیانہ اور مواحدانہ بھجن جن میں اور رسول اور علیؑ کی تعریف اور صوفیانہ نصائح تھیں تصنیف کئے گئے اور ہر علاقہ میں داعیوں اور مکھیوں کے ذریعے پھیلائے گئے اور پوشیدہ طور پر علاقہ میں علی جی کے مندر قایم کئے گئے جن میں علی جی کے پوجاری اور بھگت جمع ہوئے۔ اور داعیوں سے توحید الٰہی نعتِ رسولؐ اور علیؑ کے بھجن سنتے تھے۔ بعض مندروں میں علیؑ جی کی فرضی تصویریں بھی رکھی گئیں۔

تاکہ ہندوؤں کو اپنے قدیمی بتوں سے کوئی واسطہ و تعلق و میلان باقی نہ رہے
اور ہمہ تن علی جی کے بھگت بن جائیں۔ جب اس میں کامیابی ہوئی اور لاکھوں
آدمی اس خفیہ مذہب میں شریک ہو گئے تو رفتہ رفتہ اُن کے خیالات کو
اسلامی عقائد کی طرف مائل کیا گیا یہاں تک کہ وہ اسلام میں جذب ہونے
لگے۔ یہ سب پوشیدہ اور خفیہ عمل درآمد ہوا اور ہوتا ہے کیا مجال کہ کسی غیر مسلم
کو ذرا بھی خبر ہو جائے۔ جو اس طریقہ پر داخل ہوتا ہے ایسا پختہ ہو جاتا ہے کہ
کسی کے سامنے اپنے عقائد کے بھید ظاہر نہیں کرتا۔ آج کل اس جماعت کے پیشوا
آغا سلطان محمد شاہ (موجودہ سر آغا خاں) ہیں۔ لاکھوں ہندو اُن کو کرشن
کا اوتار یعنی مظہر سمجھتے ہیں۔

گپتی فرقہ

آغا خان اول کے پوتوں میں سیّد امام الدین ثانی ایک شخص
گدّی نشین خاندان سے جدا ہو کر احمد آباد میں چلے آئے
اور یہاں اُنھوں نے اپنا علیحدہ مشن قایم کیا۔ امام الدین جن کو پیر امام شاہ
کہا جاتا ہے اول تو علم سنسکرت حاصل کرتے رہے اور مدت تک جوگیوں
اور ہندو فقیروں کی صحبت میں رہ کر ویدانت کے طریقے معلوم کئے اس کے
بعد کام شروع کیا۔ کہتے ہیں ایک دفعہ ہندوؤں کی ایک جماعت کاشی کے
تیرتھ کو جا رہی تھی۔ امام شاہ نے اُن کو روکا اور کہا کہ تیرتھ تو خود تمہارے
دل میں موجود ہے۔ اس کے بعد ویدانت کے طریقے سے ایک تقریر کی جس میں
وجود ذات باری اور انسانی ہستی کے تعلقات کا بیان کیا۔ ہندو امام شاہ
کی دل آویز صوفیانہ باتوں میں ایسے محو ہوئے کہ وہ دن وہیں بسر کیا اور
سفر چھوڑ دیا۔ رات کو ان سب نے خواب میں کاشی کا جاترا (مراد یاترا یعنی سفر) کیا ہے
کیا اور ایسی مسرّت سے یاترا ہوئی کہ وہ صبح بیدار ہو کر شاہ صاحب کے قدموں میں

گر بڑے اور چیلا بنانے کی خواہش کی۔ (صفحہ جات ۱۷۳ و ۳۷۲)

اس جگہ مؤلف کو اپنی جنم بھومی کی ایک کہانی یاد آئی ہے میرے جائے
ولادت قصبہ تلونڈی سے شہر جالندھر کی طرف جاتے ہوئے قصبہ نورمحل میں
راستہ پر ایک قبر ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ صاحب تیلی کا مزار ہے
میں نے سمجھا کہ شاید کوئی صاحب نام کا تیلی ہوگا جس سے معجزے منسوب
کیے گئے ہوں گے۔ لیکن آخر اپنے قصبہ کے اُستاد میاں نور علی شاہ صاحب سے
معلوم ہوا کہ شاہ فتح علی کا بگاڑ صاحب تیلی ہے۔ شاہ صاحب موصوف کی
نسبت روایت ہے کہ وہ حسن پرست تھے اور ایک خوبصورت کھتری کا
لڑکا اُن کی خدمت میں روز جایا کرتا تھا۔ اُس کا خاندان گنگا اشنان کے
لئے ہردوار کو تیار ہوا۔ لڑکا شاہ صاحب سے رخصت لینے گیا اُنہوں نے
کہا کہ یہیں رہ جا۔ تجھے یہیں گنگا اشنان کرا دیں گے۔ چنانچہ اس نے
ایسا کیا کہ گھر والوں سے چھپ کر نورمحل میں رہ گیا جس دن نہان کا پرب تھا
شاہ صاحب نے اُسے کنوئیں میں اُتار کر حکم دیا کہ آنکھیں بند کر لیوے آدھ گھنٹہ
کے پیچھے اُس نے آنکھیں کھولیں اور اوپر کھینچ لیا گیا۔ اُس نے بیان کیا کہ وہ
گنگا اشنان کر آیا اور جب اُس کے خاندان والے گھر لوٹ کر آئے تو اُنہوں
نے اپنے بچے سے بیان کیا کہ اُس لڑکے کو ہم نے نہان کے وقت ہر کی پیڑی
پر دیکھا تھا۔ اس ضعیف الاعتقادیوں کے شکار بدقسمت ملک میں ایسے معجزے
ہندو اور سکھ فقیروں کے بھی بیشمار سننے میں آتے ہیں جہاں ایک پوری اور
آدھ سیر حلوے کی کڑاہی پر چادر ڈال کر بھائی جی یا باوا جی نے ہزار بارہ سو
کی سنگت کو سیر کر کے کھلا دیا ہو۔ عیسیٰ کی مچھلی اور چند روٹیوں سے سینکڑوں
خلقت کی شکم پوری کا معجزہ ان روایات سے کچھ بڑھ کر نہیں ہے مطلب

یہ ہے کہ جس ملک کے باشندوں کے جیسے گن کرم ہوں اُسی کے مطابق تبلیغ کا کام ہوا کرتا ہے۔ خونخوار انسانی جماعتوں میں خنجر آبدار کا معجزہ ہی تبلیغ کا کام دیتا ہے مگر نرمدل آبادیوں میں مکّاری اور دھوکا دہی سے وہی کام نکل آتا ہے۔

یہ تو جملہ معترضہ تھا لیکن تھا حسب حال۔ اب قصّہ آگے یوں چلتا ہے۔ "شاہ صاحب نے اُن کی بعیت لی اور حسب ذیل تعلیم دی۔ خدا کو ایک مانو اُس کے رسول محمدؐ پر ایمان لاؤ۔ علیؑ کو کرشن کا اوتار سمجھو اور امام شاہ کو نائب علیؑ یقین کرو۔ اپنے عقائد کو چھپاؤ اور گپتی رہو۔ لباس ہندوانہ رکھو۔ رسم ورواج قدیم پر قایم رہو گوشت مت کھاؤ۔ نام مت بدلو۔ پانچ وقت کی نماز تم کو ضرور نہیں صرف یہ چاہیئے کہ اُن وقتوں لا الہ الا اللہ الحمد للہ اللہ اکبر قل ہو اللہ کا وظیفہ چپکے چپکے پڑھ لیا کرو۔ وضو نہ کرو ورنہ تم پر شبہہ کیا جائیگا۔ اس کے بدلے غسل کیا کرو روزے رمضان میں نہ رکھو لوگ شک کریں گے۔ رجب کے مہینہ میں یہ فرض ادا کیا کرو۔ زکواۃ تم پر یہ ہے کہ آمدنی کا دسواں حصہ اپنے گرو امام شاہ کو دیا کرو۔ چنانچہ ان سب احکام کی تعمیل کی گئی اور گپتی لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ اُس وقت امام شاہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ست ونئے ہے۔ یعنی سچا کلام یا کلام الحق یہ گجراتی زبان میں مثنوی مولانا روم کی طرز پر ہے۔ جس کے شروع یہ ہے سہ

پہلا سمرن ہارو دکھانو
اُس کو جیت کچھ شک نہ آنو

یعنی اول خالق کائنات کی حمد کرو اور اُس کی عبادت و یاد میں شک و شبہہ نہ لاؤ۔ امام شاہ کے نائب ہندوانہ لباس میں ست دینی بھجن گاتے

پھرتے ہیں اور لوگوں کو علیؑ کے پنتھ میں داخل کرتے ہیں۔ انہوں نے جگہ جگہ علیؑ کے مندر بنائے جہاں گپتی لوگ جمع ہو کر دعائیں کرتے اور بھجن سُنتے ہیں۔ گپتی لوگوں میں جب کوئی مر جاتا ہے تو وہ جلایا جاتا ہے مگر اُس کی ایک اُنگلی یا عضو کاٹ کر پیر کے زیر سایہ دفن کرتے ہیں (صفحہ ۳۷۳)

شمسی مت آغا خاں کے معتقدوں کی ایک جماعت کثیر ہندوؤں کا پردہ اپنے اوپر رکھتی ہے۔ یہ آغا خانی ہندو شمسی کہلاتے ہیں۔ یہ گروہ پیر شمس الدین کی طرف منسوب ہے۔ گجرانوالہ۔ راولپنڈی ملتان، ڈیرہ اسمٰعیل خان، ڈیرہ غازی خاں، اور بعض دوسرے اضلاع میں شمسیوں کی تعداد بہت ہے۔ یہ سنار اور جھیور قوم کے لوگ (زیادہ تر) ہیں۔ ان کی مذہبی کتابوں کے مجموعہ کا نام اتھرووید ہے۔ یہ لوگ آغا خان کو اپنا مقتدا مانتے ہیں۔ اور مثل ارتار کے ان کا ادب و احترام کرتے ہیں شمسی ہندوؤں کا فرقہ اپنے اور دیگر ہندو بھائیوں سے بالکل علیحدہ ہے ان لوگوں کے نام ہندوؤں کے سے ہیں اور ان کے گوتروں اور ذات کے نام بھی ویسے ہی ہیں۔ مگر طرز معاشرت میں کسی قدر تبدیلی ہو گئی ہے یہ اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں۔ شادی کا نام نکاح ہے جس کو اُن کا خاص پروہت انجام دیتا ہے۔ یہ لوگ ذبیحہ کے علاوہ اور کسی قسم کا گوشت نہیں کھاتے اور منشی اشیاء سے بالکل محترز ہیں۔ مُرید ہونے کے وقت چھینٹے کی رسم ادا کی جاتی ہے جس میں اُن کا پیر منھ پر پانی چھڑکتا ہے اور اسمیں کچھ مُرید کو نذرانہ دینا پڑتا ہے جس کی تعداد شاید پانچ روپے تک ہے۔ اس کے علاوہ اور کئی مراسم ہیں جس میں کچھ نہ کچھ مرید کو

چڑھانا پڑتا ہے۔ سب سے بڑی رسم وڈی ریت ہے جس میں پچھتر(۷۵)
روپے دئے جاتے ہیں۔ عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ صبح اور شام اور رات
کو سندھیا کرتے ہیں (ہندوؤں کی تریکال سندھیا۔ مؤلف) یہ لوگ
جب اپنے مرشد سے ملاقات کرتے ہیں تو ضرور کچھ نہ کچھ نذرانہ دیتے ہیں
جن مقامات میں شمسی ہندو آباد ہیں وہاں ایک جماعت خانہ ہوتا ہے جہاں
تمام مرید اپنی آمدنی کا آٹھواں حصہ جمع کر دیتے ہیں اور مکھیا اور کامری جو
جو اُس کے محافظ ہوتے ہیں اس رقم کو براہ راست اپنے مرشد کے پاس
روانہ کر دیتے ہیں، اس میں میت کی خیراتی اشیا بھی مجتمع رہتی ہیں۔ اور
نیلام کے بعد اُن کی قیمت روانہ کی جاتی ہے وجہ تسمیہ شمسی کی یہ ہے
کہ پیر شمس الدین تبریزی کے مرید ہیں جو اسمٰعیلی امامی تھے (صفحہ ۳۱۴)

پرگھٹی بننے کا وقت

"آخر گپتیوں کو بھی کھلم کھلا اسلام
کی طرف کھینچا گیا اور اُن میں سے
سب علانیہ مسلمان ہونے لگے۔ جو گپتی ظاہر مسلمان ہوتا تو اُس کا جنیو
پیر کو دیا جاتا (گویا گپتی برابر جنیو پہنتے۔ مؤلف) اور یہ اُس کو پرگھٹی
(ظاہر) اور مومن یا شیخ کا خطاب دیتا تھا۔ آجکل پیر کی درگاہ میں ظاہری
مسلمان ہونے والوں کے جنیوؤں کا ایک بہت بڑا انبار لگا ہوا ہے
جو یادگار کے طور پر بحفاظت رکھا جاتا ہے۔ گپتیوں میں اس وقت پانچ
چھ لاکھ ہندو شریک ہیں۔ جن میں برہمن۔ چھتری۔ مرہٹہ۔ بنیا۔ شراف
کنبی۔ چمار۔ بھنگی سب ہی قومیں ہیں اور ڈیڑھ لاکھ کے قریب پرگھٹی ہیں
جو علانیہ مسلمان ہو گئے ہیں اور علیؑ کے نام پر فدا ہیں۔ (صفحہ ۲۷۳)

فاطمی دعوت اسلام کے صفحہ ۱۹۵ پر حسن نظامی صاحب لکھتے ہیں

میرے سوال کے جواب میں کہ کس طرح آغاخانی ایک دوسرے کو پہچان سکتے ہیں کہ ایک آدمی یا علیؑ مدد کہتا ہے اور دوسرا مولا علیؑ مدد کہکر جواب دیتا ہے اس سے شناخت ہو جاتی ہے۔ ہندوستان میں اسمٰعیلی خوجوں کی تعداد بے شمار ہے..... اس کے علاوہ ایک گپتی فرقہ ہے جن کو فی الحال ہدایت کی جاتی ہے"۔ پھر صفحہ ۲۰۰ پر لکھا ہے۔" جدید تحقیقات کے بموجب آغاخانی گپتیوں کی تعداد ہندوستان میں دس لاکھ سے زیادہ ہے اور پر گھٹی اس سے کچھ کم ہیں"۔ پھر صفحہ ۲۰۱ پر" چند سال ہوئے آریہ سماج نے پھر ان کو ہندو بنانے کی کوشش کی تو سر آغاخان نے اپنے پنجابی داعیوں کو حکم دیدیا کہ ان لوگوں کے نام اسلامی رکھدئے جائیں اور اُن کو پورا مسلمان کر لیا جائے اور جو شخص اس میں تامل کرے اُس کو جماعت میں نہ رکھا جائے۔ اس حکم کے حاصل ہوتے ہی ان تمام ہندوؤں نے اپنے نام مسلمانوں کی طرح رکھ لئے اور مسلمان ہو گئے اور اخبارات میں اس کا اعلان کر دیا، آریہ سماج کی کوشش بالکل بیکار رہ گئی"۔ یہ حسن نظامی صاحب کا حسن ظن ہے، لیکن اصل بات یہ ہے کہ جہاں پنجاب میں بہت سے شمسی آغاخانی خفیہ جہاد کے شکار ہونے سے بچ گئے وہاں خاص گجرات میں (جہاں آغاخانیوں کا گڑھ ہے) اس وقت بھی ہزاروں گمراہ ہندو سر آغاخان کے بچھائے ہوئے جال سے نکل رہے ہیں۔ پنجاب میں مہاشے پربھو دیال جی زرگر ملتان اور مہاشے رادھا کشن جی پشاوری نے آغاخانی مت کی اصلیت کے طشت از بام کرنے میں اپنی تصانیف کے ذریعہ بڑا بھاری کام کیا اور اب پھر موقع ہے کہ ہنجر اخباروں میں شور مچانے آریہ ویدک دھرم کے پرچارک اس خفیہ جہاد کی اصلیت کا پردہ فاش کرتے ہوئے آریہ سنتان کو

اس کا شکار ہونے سے بچائیں۔

آغاخانی عقائد اُن کے چیلوں کی زبانی

مولانا سلیم نارنی اپنی کتاب اظہار حقیقت حصہ ۲ میں بہت سے معاملات کو صاف کرنے کے لئے مجبور ہوئے ہیں اُن کا کسی قدر اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ جس صوبہ گجرات کے ہندوؤں میں توہم پرستی کا زیادہ زور ہے اُس کے اندر اندھا دھند وشواس پھیلانے والے سر آغاخاں کے بزرگ اور وہ ذات شریف خود ہوئے ہیں۔

(۱) حاصل کلام کہ صوفیہ اور نزاری ایک ڈگر (راستہ) پر جا رہے ہیں ان میں اُن میں بال برابر فرق نہیں۔ صوفیہ کوشش یقین و مرات و ذات حقیقت واحدہ میں دیکھتے ہیں وہ عالم انسانی سے عالم رحمانی حاصل کرتے ہیں۔ اس مقیاس جسم کا نام مرشد رکھتے ہیں۔ نزاری بھی توازن میں امرات اور حقیقت میں جسم مثالی کے پیرو ہیں وصورت مخصوصہ کو اسام کہتے ہیں (صفحہ ۲۵) قصہ مختصر یہ کہ صوفیہ خواہ کچھ ہی ہیں گو نزاریہ یعنی آغاخانی مردم پرست ہیں اور اس لئے اُن کا مت وحدانیت سے کوسوں دور ہے۔

(۲) نزاری جزا سزا، جنت، دوزخ، حور و غلمان، حوض کوثر سب کے قائل ہیں۔ مگر مضحکہ خیز اُن تعینات کے جو کلیلہ دمنہ کی طرح مُلّا لوگ ممبروں پر بیان کرتے ہیں قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ سب تعینات مثالی ہیں۔ جو رب العزت نے بیان فرمائے ہیں جس میں قسم قسم کے آرام ہوں گے۔ جنت میں اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے ہیں سب سچے ہیں مگر ہمکو معلوم نہیں ہماری ہستی وہاں کیا ہوگی؟ اور وہ اشیا جن کا وعدہ کیا گیا کیا کیا ہونگی، بہرحال

دنیا میں جو نعمتیں خدائے برتر و بزرگ نے باوجود ہماری سیہ کاری کے ہمکو دے رکھی ہیں اُن سے لاکھوں حصہ عمدہ اور بہترین انعام کی شکل میں ہوں گے..... یہ تو نزاریوں کی جنت ہے۔

اب دوسرا جنت کا فوٹو جو دُنیا میں کھینچا ہوا ہے ملاحظہ فرمائیے۔ لمبے لمبے کھجوروں کے درخت سیب و انار قطار در قطار۔ کچھ ریحان کی کیاریاں کچھ سبزہ زار ایک دودھ کا لبالب حوض ایک شہد کا دریا ناپیدا کنار، اس میں بکریوں بھیڑوں کا گلہ۔ اونٹ دُنبے بے شمار۔ کوثر پر ہر شخص مست و پُر خمار۔ یہ پیاری باغ نزاریوں کو پسند نہیں ہے..... وہ شراب پاک، وہ الوان بروحی وہ بہشت دائمی وہ دیدار محبوب کردگار نہ معلوم کیا ہے اور کیونکر ہے۔ اُس کا تعین بلا دیکھے کون کہہ سکتا ہے" (صفحہ جات ۴۹ و ۵۰)

لیکن اُس بہشت کا دکھانے والا کون ہے؟ آگے چلکر ذکر آئیگا کہ اُس کا دکھانیوالا سر آغا خاں ہے، اور اس لئے تن من اور دھن اُسی پر ارپن کرنا چاہیئے

اصل میں دیکھیں تو جیسا پر گھٹی مسلمانوں یعنی سُنیوں کا بہشت محض خیالی ہے جس کی بابت شاعر نے کہا ہے ؎

ہمکو معلوم ہے جنّت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش کرنیکو غالب یہ خیال اچھا ہے

اُسی طرح گپتی مسلمانوں یعنی آغا خانیوں کا بہشت محض ایک ڈھکوسلا وہ استعارہ ہے، جو امام کے لئے مُریدوں کے پھانسنے کے کام میں آتا ہے، وگرنہ شاعر کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد
کسے را با کسے کارے نہ باشد

پس رشی دیانند نے جو سورگ کے ارتھ سکھ وشیش اور نرک کے ارتھ دکھ دشیش کئے ہیں وہی ٹھیک ہیں۔

(۳) اسمٰعیلی نزاریوں کے مختصر عقائد بیان کرتے ہوے لکھا ہے۔

"خدا کی اطاعت اس اُمید پہ کرنا کہ وہ خوش ہو جائے اس لئے کہ ہم اُسکی رضا جوئی کے لئے آئے ہیں۔ خدا کے انعامات اُس کی اطاعت کا نتیجہ ہیں۔ طلب انعام حرام ہے (یہ پچھلا خیال پیر امام الدین نے شاید بھگوت گیتا سے لیا تھا۔ مؤلف) انسان خدا کی معرفت کے لئے پیدا ہوا ہے، دین اسلام قدیم ہے (اگر اسلام کے معنی یہ ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی رضا جوئی کے آگے سر جھکانا تب تو اسلام کا مخرج وید مقدس ہے اور اُس پر صوفی اکبر کا وہ شعر صادق آتا ہے جہاں اُس نے کہا ہے ؎

من ز قرآن مغز بر داشتیم
استخواں پیش سگاں انداختیم

لیکن یہاں تو آگے چلکر گل ہی اور کھلتا ہے۔ مؤلف) نہ معلوم کتنے آدم آج تک پیدا ہوئے اور ہر آدم کے لئے یہی دین تھا۔ (اس کا راز آگے کھلتا ہے۔ مؤلف) آدمؑ کو خدا نے اپنا نائب اپنا خلیفہ اپنا امام اپنے نور سے مزین کر کے بھیجا۔ آدمؑ کا نور سب کائنات کے لئے مشعل ہے۔ جو آمین اور امام بن کر آتا ہے۔ خدا ایک ہے، وحدہ لاشریک ہے، بے مثل ہے، خدا کے سب رسول سچے پاک معصوم ہیں (ملاحظہ ہو کہ امام تو اُس نور سے مزین ہے جو آدم کا حصہ ہوا۔ اور گویا وہ امام خود آدم ہے۔ لیکن رسول محض پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ خدا کے نور کا حصہ نہیں ہوتے۔ مؤلف)۔ رسول مقبول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینی خاتم الانبیا ہیں۔ نبی بضرورت

آتا ہے۔ امام ہمیشہ رہتا ہے۔ امام دنیا کا آفتاب ہے جب وہ ہو گا دُنیا ہوگی۔ وہ ظاہر ہے اس لئے عالم ظاہر ہے۔ امامت منتقل آدم سے ہوئی (گویا آدم کی نافرمانی اور اُس کے باغ ادن سے گرنے وغیرہ کا قصہ محض فسانہ ہے۔ مؤلف) اور بلا واسطہ غیر جناب مولا علی علیہ السلام کو ملی۔ آئمہ سب معصوم ہیں۔ امامت جناب مولا علی سے منتقل ہوتے ہوتے آج تک موجود ہے اور دُنیائے اسلام کے امام حضور نامدار امام الزمان سید سلطان محمد شاہ المعروف بہ آغا خان صاحب ہیں (صفحہ نجات ۵۹ و ۶۰)

اوپر کے اقتباس کو غور سے پڑھنا چاہیئے۔ رسول یا نبی بضرورت آتا ہے۔ چنانچہ جب خدا کے احکام دُنیا کو سمجھانے کی ضرورت ہوئی تو محمد صاحب تشریف لائے۔ لیکن خدا کا نور امام ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ سر آغا خان کی امامت کا شجرہ نسب وشنو بھگوان کے ساتھ ملا ہوا کتاب گنان سے پہلے دیا جا چکا ہے اُسے پھر غور سے پڑھنا چاہیئے۔

(۲) "امام کا حکم ہر ایماندار مرد و عورت پر لازم الاطاعت ہے۔ بندوں کو مرضی الٰہی پر زندہ رہنا کامیابی کا ذریعہ ہے اور مرضی الٰہی کے لئے اُن کے پاس کوئی وقعت نہیں۔ قرآن شریف میں یا اہل کتاب انبیاء رسلین کے احکامات ٹوٹ پھوٹ کر دسیع حجت کے ساتھ آ گئے ہیں۔ جس کو نبی مرسل صلعم نے ہم تک پہنچایا۔ چونکہ اصل کتاب میں نہیں مگر اُس کے استفہام میں اہل دنیا نے اس قدر تصادم مچا دیا ہے جہاں عقل کچھ کام نہیں کرتی۔ ہمیں ضرورت ہے کہ اُس کا سمجھانے والا ایسا شخص ہو جو غلطی سے پاک ہوتا اور جس کی کتاب اُس کی مرضی کے مطابق سمجھا سکتا۔ وہ عقل جو دُنیا میں واقعی عقلمند کی عقل کہلاتی ہے۔ علم دین اور قرآن پاک کے لئے ہم مقید

نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ عقل چاہے کتنی ہی اچھی ہو اور اچھے آدمی کی ہو اُس میں خطا ممکن ہے۔ جہاں خطا ممکن ہو وہیں تسکین ہونا محال ہے معصوم صرف امام ہے (یہاں رسول کی معصومیت بھی اُڑ گئی۔ مؤلف) اور ہم امام سے تمام ضروریات کو حل کرتے ہیں۔ امام کا حکم ہمارے لئے خدا کا حکم ہے۔ اور ہر ایماندار مومن پر فرض ہے خواہ وہ عورت ہو یا مرد کہ کسی بلا دلیل کے امام کا حکم قبول کرے۔ ذات امام واجب الوجود ہے..... کسی وقت خدا سے جدا نہیں ہوتا (گھوڑ دوڑ میں حصہ لیتے اُس کے متعلق مقدمات ہارتے۔ اور صدہا بیماریوں کے شکار رہتے ہوئے بھی سر آغاخان خدا سے جدا نہیں رہتے۔ مؤلف) ..... جب امام خدا کے سامنے اور خدا امام کے سامنے ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ پھر کلام نہ ہونا کونسی عقل ہے جو موسیٰ کو کبھی نصیب ہو وہ اگر زید کو ہر وقت ہر آن ہر ادا میں نصیب ہو پھر وہ متکلم کیوں نہ ہوگا (صفحہ جات ۶۱ و ۶۲ و ۶۳)

اس کا باہمی فیصلہ گیتی اور پرگھٹی مسلمان آپس میں کرلیں کہ آیا آغاخان کے نہ رہنے سے دُنیا قایم رہیگی یا نہیں اور آیا پھر آغاخاں کے بعد سلسلہ امامت کس کے حصہ میں آئیگا۔

(۵) امام کے لئے علم غیب کا ہونا لازمی قرار دیا ہے۔ "جب امام آئینہ تجلّا ہے اور علم الہیٰ بھی باعتبار صفات کے تجلّا میں شامل ہے پھر کیا وجہ ہے کہ امام کو علم غیب نہ ہو یا جس میں صفات کوئی تنزلی شکل ہو اُس کو امام مانا جائے نقص غیوبیت نقص کمال ہے۔ اور نقص خطا خطا میں دم مارنے والی ناممکن اور ادر محالات عقلی میں سے ہے (صفحہ جات ۶۳ و ۶۴)

ہز ہائینس آغاخاں کی سوانحعمری پر ایک نظر ڈالکر دیکھو کہ کتنی جگہوں میں

اُنہوں نے ٹھوکریں کھائیں۔

(۶) قرآن کے معانی پر جھگڑنے والے فرقوں کے لئے متھرا کے بنئے کی مثال دیکر بتلایا ہے کہ ایمان بڑی چیز ہے تعلیم کچھ نہیں۔ جب اہل ہنود کی کتابیں بھی اسلام کے نور سے منور ہیں تو "کچھ غلطیاں پیدا ہو گئی ہونگی جو اسلام کی روشنی نکال دیگی۔ اسمٰعیلیوں کا اجتہاد اس میں فیضان امام سے بے انتہا بڑھا ہوا ہے۔ وہ اہل ہنود کے تعینات میں اسلام ثابت کرتے ہوئے حسنات کا کھوج لگاتے ہیں اور ملّت اسلام کو اہل ہنود کے قواعد کے ساتھ ملا کر یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ اسلام و ملّتِ اہل ہنود میں صرف تعصب کی غلطیاں واقع ہیں، ورنہ تعلیم میں ذرا بھی فرق نہیں.... اس سے دو نفع مرتب ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تبلیغ اسلام کا کام نفع بخش و تسکین دہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اہل ہنود کے مذہب میں جو خوبیاں ہیں وہ سب سمٹکر اسلام میں آجاتی ہیں۔ ظلمتِ کفر اسلام سے بدل جاتی ہے اور توحید اور معرفت میں اضافہ ہوجاتا ہے" (صفحہ جات ۸۰ و ۸۱)

(۷) مسلمانی فروعات کی نسبت ایک تحریر کا مطالعہ ہی کافی ہوگا۔

"عبادت خدا کی اطاعت ہے۔ نتیجہ اطاعت بہبودی حسنات اور فائدہ ہے پانچ وقت کی نماز، مہینہ بھر کا روزہ، صفا مروا کی دوڑ، حجر اسود کی چوما چاٹی اور واپسی پر بے ایمانی کا اضافہ، سود خواری، فریب، مکر و دغا بازی، کیا یہ سب بت پرستی نہیں۔ خدا کے ہر حکم پر نفی، ناچ گانا مست خرابات رہنا جینوں کے میلے کپڑوں پر سجدہ کرنا۔ سر بازار ایمان بیچنا۔ بُت پرستی ہے یا نہیں جب یہاں باوجود اسقدر احتیاط کے بُت پرستی ہوتی ہے تو وہاں جہاں بُت پرستی کے لئے "تث" تک روانہ رکھا گیا تھا اگر بُت پرستی ہے تو تعجب

کیا ہے۔ غضب خدا کا ناچ کے جلسے ہیں (اوباشوں میں نہیں) کبھی جوتا چوری
ہوتے تو نہ دیکھو گے۔ مسجد میں بچتا ہی نہیں۔ پھر کیا وہ جوتے بے نمازی چرانے
آتا ہے۔ وہ تو عبادت کے خوف سے مسجد کی چوکھٹ پر بھی صرف بمبئی میں ہی آتا
ہے، اس لئے کہ یہاں پر مسجد میں پاخانہ بھی موجود ہے ورنہ اس کا کیا کام
..... مسئلہ توحید میں ہندو مسلمان ایک شاہراہ پر چلتے ہیں اور اس
راستہ میں چلنے والے مُلّا اور پنڈت سے کُٹّی کر لیتے ہیں ...... جناب
دارا شکوہ نے بہت کوشش کی تھی کہ ان اصولوں کو جمع کیا جائے تاکہ
یہ ہندو مسلمانوں کی تو تُو میں میں بھی دور ہو کر صرف تو ہی تو باقی رہ جائے
مگر خدا کو کب ایسا منظور آتا جواب ہوتا۔ اور وہ سب محنت چھریوں سے قتل
کر دی گئی۔ بزرگان دین میں سے اکثر نے اس بات کا اعتراف کیا ہے
کہ ہند میں انبیاء اللہ پیدا ہوئے ہیں ..... چنانچہ شاہ عبد الرزاق صاحب
بانسوی جناب سیدنا و مولانا حاج الحرم حاجی سید وارث علی شاہ صاحب
وغیرہ کے اقوال سے کرشن کا نبی ہونا ثابت ہے" (صفحہ جات ۸۴ و ۸۶)
(۸) اوپر کا سارا کھیڑا کیوں اٹھایا گیا؟ ہندوؤں کو آغا خانی جال میں
پھانسنے کے لئے ملاحظہ ہوں ذیل کے اقتباس۔ " اہل ہنود کے یہاں امام
اور نبی دونوں کی آمد اسی طرح ہوئی ہے جیسے ہم مسلمانوں میں ہوئی ہے.....ہندوؤں میں اس زمانہ کے
رسول اور امام کے آنے کی بھی خبر ہے۔ (وید شاستر اور پرانوں تک میں
تو پتہ نہیں۔ ہاں پیر صدر الدین کے گنان میں ضرور ذکر ہے کہ ڈیٹ کلنگ
کو مع کروڑوں فوج کے امام سر آغا خاں مار گرائیں گے۔ ہم سب بھی اس وقت
کے منتظر ہیں۔ مؤلف) مگر افسوس کہ انہوں نے غور نہیں کیا۔ وہ (ہندو)
غور نہیں کرتے ورنہ امام، وہ امام جس کو "دتا" کہتے ہیں آ چکا اور موجود ہے

جس کی ترتیب یوں ہوئی۔
پہلا اظہار اُن کے یہاں وِشنو کا اظہار ہے۔ دوسرا اظہار حضرت علیؑ کا نور رام کہلایا (علیؑ کو ہوئے تیرہ سو برس سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا اور رام کو ہوئے لاکھوں برس گذر چکے۔ مؤلف) حضرت محمدؐ کا نور درد ویاس بنکر آیا۔ (یہ درد ویاس شاید وید ویاس کا بگاڑ ہے۔ مؤلف) پیغمبری بہ اعتبار حکم الہٰی ختم ہو چکی..... صرف امامت باقی ہے..... پھر امام نزار کی طرف اور حضرت نزار سے مسلسل چند اور اماموں کی طرف منتقل ہوتی ہوئی آج جناب سیدنا مولٰنا سیدنا سلطان محمد شاہ صاحب المعروف بہ آغا خاں سلمہ اللہ تعالیٰ موجود..... جس نے امامِ وقت کو چھوڑا اُس نے خدا کو چھوڑا جس نے امام وقت کو مانا اُس نے خدا کو پایا" صفحہ جات ۸۷ و ۸۸)

(۹) سر آغا خاں کے ہندوؤں کی بت پرستی کو برقرار رکھکر اُنہیں دام میں پھنسانے کی بابت غور کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "پہلے (مسلمان) اپنے گریبان میں مُنھ ڈالکر دیکھیں کہ پیتل چاندی سونے کے ٹکڑوں کا پنجہ بنا کر زری اور مخمل کے تھانوں کو پجوانے سے بھی کیا ایک آلِ رسول کی پرستش کم مانہ ہے۔ پنّی کا کاغذ کھپچی کا تعزیہ کیا نور امام سے کم؟ قعت نہیں کھتا ہے۔ زید۔ عمر۔ بکر کے قبروں کی مٹّی اور آدمیوں کے پیروں کی دھول اور غسل سے بھی تو شرک برستا ہے۔ اپنے ہاتھوں صندل گھسنا اور پھر آپ ہی شیطانی باجوں کے ساتھ لیجانا اور اُس کو پوجنا پجوانا بھی کچھہ اہمیّت رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر عوام کا وہ فعل قابلِ گرفت نہیں تو آغا خانیوں کا یہ قصور بھی قابلِ چشم پوشی ہے۔ اگر وہ انجام افعال گردن زدنی ہیں تو آپ اس کی بھی اصلاح کیجئے ہم خوش ہمارا خدا خوش....." (صفحہ ۹۵) میں تو یہ کہتا ہوں کہ

کیوں نہ لعنت بر ہر دو مسئلہ پر عمل کرکے اور دونوں بت پرستیوں کو خیرباد کہکر ایک ہی ادوتیہ سروآدھار پرماتما کی پرستش میں سب کو لگایا جاوے، اور پیر پیغمبر اولیا، اوتار وغیرہ کو حسب ہدایت گرد گووند سنگھ جی دور سے ہی سلام کیا جائے، چنانچہ گرو صاحب بچتر ناٹک میں فرماتے ہیں۔

چوپائی

جے جے بہیے پہل اوتارا — آپ آپ تن جاپ اچارا
پربھو ودہنی کوؤ نہ بدارا — دہرم کرن کو راہ نہ ڈارا
جے جے غوث انبیاء بھئے — ہیں میں کرت جگت تے گئے
مہا پرکھ کاہو نہ پچھانا — کرم دہرم کو کچھو نہ جانا
اورن کی آشا کچھو ناہیں — ایک ہی آس دہرو من ماہی

پس اوتار، غوث، انبیاء، امام وغیرہ سب کی طرف سے منہ موڑ کر ایک ہی لاثانی اروشنی کل، علم کل کی طرف سارے جہان کو رجوع کرنا ایشور کے بھگتوں کا کرتویہ (فرض) ہے۔

(۱۰) امام و... اور مقدمہ بازی کی سُرخی سے سر آغا خاں نے ایک خلاف قرآن عمل کو درست ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، پہلے لکھا جاچکا ہے کہ حاجی بی بی دہ آغا خاں مسعود شاہ اہم زلف سر آغا خاں) نے آغا سلطان محمد شاہ بمبئی کی عدالت عالیہ میں بحیثیت دختر آغا جنگی شاہ سنہ ۱۹۰۸ء میں دعویٰ دائر کیا تھا کہ مشترکہ خاندانی جائداد کی جو ہندوستان اور ایشیائے کوچک میں ہے اور جس کی مالیت دو کروڑ روپیہ کی ہے حصہ دار ہے۔ مدعا علیہ کا جواب تھا کہ اُس کے امام ہونے کے باعث یہ جائداد تقسیم

نہیں ہو سکتی اور نہ شرع محمدی اُس پر حاوی ہو سکتی ہے۔ اس کا چرچا مسلمانوں میں ہوا اور سر آغا خاں کا یہ بیان کفر سمجھا گیا۔ اُس کی بابت ہمارے آغا خانی مصنف لکھتے ہیں :-

"میں نے اکثر بد باطنوں سے یہ سُنا ہے کہ جس زمانہ میں جناب سیدنا نامدار سے ناعاقبت اندیشانہ مقدمہ بازی ہوئی تھی عدالت میں کسی موقع پر سردار نامدار نے قرآن پاک کی تقسیم کے موافق مسئلہ تقسیم میں انکار فرمایا تھا مسلمان عالم اس انکار پر بے انتہا چراغ پا ہیں۔ یہ غلطی اُن کی ذاتی غلطی ہے۔ سرکار نامدار (مراد از آغا خاں) کی غلطی ہرگز نہیں ہے۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ امام کے معاملات میں جمیگوئیاں کرنا ہی شانِ اسلام کے خلاف ہے اس لئے کہ امام تکلیفات شرعیہ کا عامل نہیں ہے۔ اُس کو راہ راست خداوند جلّ علی سے تعلق ہے (جب رسولِ خدا اُس کا بھیجا ہوا تھا تو پھر رسول کے کُل امام کی پیروی اس کا فرض کیسے رہا؟ مؤلف)..... یہ تو اعتراض ہی بدباطنی کی دلیل ہے۔ چونکہ امام کی حقیقت بھی مثل عوام کے دل میں قایم کرلی گئی ہے (شاید ہندوؤں میں یہ مسئلہ کہ اگر گرو کامی ہو تو کمرشن اور اگر لالچی ہو تو باسن سمجھ لیا جائے — پیر صدرالدین نے بھی رائج کیا ہو۔ مؤلف)........

خدا کے بندو! سرکار نامدار نے یہ کب کہا کہ یہ مسئلہ قرآن مجید میں غلط لکھا ہے یا اُس کو ماننا نہیں چاہیئے یا میں اس مسئلہ کو منسوخ کرتا ہوں۔ اُن کا فرمانا تو یہ تھا کہ قرآن میں یہ مسئلہ ہے۔ کافۂ انام کو اس پر کاربند ہونا چاہیئے مگر میں اس مسئلہ کو اپنے اوپر جاری نہیں کر سکتا (سمرتھ کو نہیں دوس گسائیں۔ مؤلف) اس لئے کہ مصلحت اس امر کی مقتضی نہیں ہے کہ میں تقسیم عین میں کسیقدر فرق کروں یہ جو کچھ اساس و تعین ہے وہ زیبندہ

شانِ امامت ہے، اور امامت مجھے مستقیم ہوئی ہے نہ کہ امامت منتقسم بامراللہ نہیں ہوئی ہے۔ (گویا ہاتھ میں آئے دو کروڑیں سے ایک حبہ دینا بھی گوارا نہیں۔ مؤلف) اس سے آگے اپنے امام کی عیب پوشی کے لئے اُن کے رسول محمدؐ صاحب کی بھی خبر لے ڈالی۔ سلیم وارثی صاحب لکھتے ہیں۔

"رسول مقبول صلعم کی تاریخ لکھنے والا ایک انگریز جب صفات کا نور دیکھتا ہے تو بیساختہ تعریف پر اُتر آتا ہے، اور یہاں تک مداح ہوتا ہے کہ وہ مجبور ہو کر لکھتا ہے۔ دُنیا میں ایسا مُدبّر، ایسا عازم، ایسا صالح، ایسا راست گو، ایسا صحیح الرائے ایسا صاحبِ عقل، اتنا شفیق، اتنا مردِ کامل شخص آنکھ نے نہ دیکھا نہ کانوں نے سُنا۔ مگر جناب محمدؐ رسول اللہ صلعم نے شادیاں بہت سی کیں یہ اچھا نہ کیا اندھے سے کوئی یہ پوچھے.... ذرا سے مسئلہ میں تو نے خبث باطنی کیوں اختیار کیا، بیوقوف! عقل تو یہ چاہتی ہے کہ وہ مصلحت ربّانی ہوگی۔ عقل کا جواب یہ ہے کہ مرد کا کمال یہ ہے وہ ہر صفت میں کامل ہو (یعنی بہت سی عورتوں کی خواہش پورا کرنے میں بھی کامل ہو۔ مؤلف).... دوسرا اعتراض کہ یونہی مُنھ سے کہے ہوئے بیٹے کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا اُس کی بیوی لیلی۔ یہ اعتراض تو اُس بیٹے کو کرنا چاہیئے تھا جو قیامت تک اس پر فخر کرتا رہیگا کہ میری بیوی میرے آقا کی حضوری میں داخل ہوئی تو کون ہے جو اعتراض کر رہا ہے..... میں کیا کہوں اُس مسلمان کو جو ذاتِ امام کو اس قدر تنگ نظرفی کے ساتھ ملزم قرار دیتا ہو۔ جب تنگ خیالی سے ایک کافر نبی کی جانب سوءِ ظن رکھتا ہے..... (مطلب صاف ہے اگر ہمارے امام کو الزام لگاتے ہو تو تمہارا نبی بھی الزام سے بری نہیں۔ ٹھیک ہے اگر نبی کو کرشن سمجھو تو امام بامن ادتار سمجھ لو۔ مؤلف).... شاید اس کا جواب مجھے یوں ملیگا کہ ہم امام مانتے کب ہیں

اگر آپ امام نہیں ملنتے تو اعتراض کس پر کرتے ہیں ایک شخص عام پر آپ کو اعتراض
کا حق ہی کیا ہے (بہت خوب! اگر اعتراض کرنا ہے تو پہلے امام مان لو، اور جب
امام مان لیا تو اعتراض قایم ہی نہ رہ سکیگا۔ اعتراض کرتے ہی کافر ہو جاؤگے
کیونکہ ع ہر شک آرد کافر گردد۔ مؤلف) (صفحہ ۹۶ و ۹۷ و ۹۸)

آغاخانی عقیدوں کا نچوڑ

در حضوری پیغمبر تو نصیب ہتی۔ پیغمبر......
نے اولوالامر کی طرف اشارہ کیا اور اولوالامر
وہ ہی ہو سکتا ہے جو مثل ہمارے غافل نہو۔ صوفیہ کا قول ہے۔ جس کا پیر نہیں
اُس کا پیر شیطان ہے (اور اس میں کیا دلیل ہے کہ جس کو جاہل پیر مان لیتے
ہیں۔ وہ شیطان نہیں۔ مؤلف) یہ اولوالامر وہی شخص ہے جس کو امام وقت
امام ظاہر اور امام مبین کہتے ہیں، یہ وہ ذات ہے جس کی خطا امکان میں ہی نہیں
...... میں دوبارہ پھر یاد دلاتا ہوں کہ گردن نہادن اطاعت کردن کے معنی
میں ہے، گردن نہادن سجدہ کردن کے معنی میں نہیں ہے۔ لہذا امام کا
حاصل کرنا تمام عبادتوں پر افضل ہے اور جس نے امام وقت کو نہیں پایا
وہ اسلامی عبادات کرنیکا سزاوار نہیں ہے۔ صفحہ جات (۱۳۲ و ۱۳۳)

فصل سوم

عیسائیوں میں خفیہ جہاد

محمدی مذہب کے اندر علانیہ اور خفیہ دونوں طرح کے جہاد کا کسی قدر مفصل بیان آچکا ہے، قبل اس کے کہ اُس کے اظہار کی علّت غائی بیان کی جاوے ضروری ہے کہ باقیماندہ سیمیٹک مذاہب کے اندر علانیہ وخفیہ جہاد کی جستجو کی جاوے۔

سیمیٹک مذاہب کا آغاز "یہودی مت" کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہودیوں میں علانیہ جہاد کی لاتعداد ہدایتیں پائی جاتی ہیں، اُن کا خداوند یہوواہ دشمنوں سے بدلا لینے کے لئے سورج کو گھنٹوں تک ایستادہ کرتا ہے تاکہ یہودی فوج خدا کے دشمنوں کے خون سے زمین کو سرخ کر دے۔ لیکن یہودی مذہب تو اس وقت دنیا میں تتّر بتّر ہو کر اپنا سر چھپائے پھرتا ہے اور کسی طرح اپنے دن کاٹ رہا ہے اُس میں نہ علانیہ اور نہ خفیہ کسی جہاد کی بھی طاقت باقی نہیں ہے۔ اس وقت وہ جماعت بطور ایک مذہب کے صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہے۔ اس لئے اُس کا اس جگہ ذکر ضروری نہیں بلکہ نامناسب بھی ہے۔ باقی رہا درمیانی دین عیسوی۔ سو اُس کا ذکر اس لئے ضروری ہے کہ محمدی مذہب پرانا ہوتے ہوئے بھی اُس نے عملی تعلیم زیادہ تر اُس موخر الذکر مذہب سے لی ہے۔

حشاشین سے عیسائیوں کو پہلا سبق

حروب صلیبی کے دوران میں جب تیسری صلیبی

لڑائی (Crusade) کے وقت انگلستان کا رچرڈ شیر دل اور فرانس کا
کا شاہِ رفلپ ارض فلسطین میں پہنچے تو بغض اور حسد نے دونوں کو ایک دوسرے
کا دشمن بنا دیا تھا۔ فلپ چند روز کے لئے فرانس چلا گیا اور اپنی جگہ اپنے بڑے
سردار شہر طائر۔ مارکویس کنراڈ کو اپنا جانشین مقرر کر گیا۔ کنراڈ اپنے آقا فلپ کی
مرضی کے مطابق رچرڈ کی کارروائیوں پر نکتہ چینی کیا کرتا تھا۔ اس کے اُس طرزِ
عمل کو چند ہی روز گذرے تھے کہ ایک دن کنراڈ شہر طائر کے بھرے بازار میں
ایک باطنی فدائی خنجر کا نشانہ بنا۔ تمام مستند مؤرخین کے بیان سے پتہ
چلتا ہے کہ اُس کا قتل شاہ رچرڈ کی خفیہ سازش کا نتیجہ تھا..... خود باطنی لوگ
مقر تھے کہ ہمیں شاہ رچرڈ ہی نے اس کام پر معمور کیا تھا۔ ان فدائیوں کی خدمات
اکثر صلیبی فوج کے سردار حاصل کیا کرتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ جو لوگ
صلیب پر قسم کھا کر عیسیٰ کی قبر کو مسلمانوں سے چھڑانے آتے تھے وے خود
تو قسم کے باعث آپس میں لڑ نہیں سکتے تھے مگر خفیہ سازش سے باطنی فدائیوں
کو رشوت دیکر وہی مطلب حاصل کرنا گناہ نہیں سمجھتے تھے۔

کنراڈ کے مارے جانے کے دو سال بعد کاؤنٹ سانپین ارض فلسطین
کے سفر کو گیا۔ اثنائے راہ میں شہر مسیات میں پہنچکر وہاں کے داعی الدعات
سنان کا خاص مہمان ہوا۔ یہاں اُس کو قلعہ کے دمدمے اور برج دکھائے
گئے۔ خاصکر ایک بُرج پر جو سب سے بڑا تھا اُس کے ہر زینہ پر دو دو سپاہی ادب سے
کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھکر باطنیوں کے حکمران نے اپنے مسیحی مہمان سے کہا
اُس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ایسے فرمانبردار سپاہی تمہیں نصیب نہیں۔" یہ
کہتے ہی اُس نے ایک زینہ کی طرف اشارہ کیا اور اُس اشارہ کے ساتھ ہی وہ
دو سپاہی جو وہاں کھڑے تھے نیچے کود کر مر گئے۔ سنان بولا انہیں پر کچھ منحصر

نہیں ہے یہ جتنے سپاہی سفید کپڑے پہنے کھڑے ہیں اشارہ کروں تو سب اسی طرح گر گر جان دیدیں گے۔ عیسائی فرمانروا نے کہا "مجھپر کیا منحصر ہے شاید کسی تاجدار کو ایسی جان باز رعایا نہ نصیب ہوگی" رخصت ہوتے وقت سنان نے کہا " اگر آپ کا کوئی دشمن ہو تو بتادیجئے۔ میرے فدائی بہت جلد اس کا کام تمام کردینگے۔"

خفیہ جہاد کا ورود عیسائی بہادر فرقوں میں

صلیبی جنگ کے دوران میں یورپ میں خاص بہادر فرقوں کا ظہور ہوا، مثلاً نائٹس ٹمپلر نائٹس آف سینٹ جان۔ نائٹس ہاسپٹلر وغیرہ وغیرہ جو مسیح کے مزار کو محمدیوں کے ہاتھ سے چھڑانے کا خاص مذہبی اقرار کر کے چلتے تھے، ان لوگوں نے جب خاص تنظیم سے کام کرنا شروع کیا تو ان لوگوں کے اندر اپنے فرقوں کو مضبوط کرنے اور انکی ہیبت دوسروں پر طاری کرنے کے خیالات موجزن ہوئے ان کی طاقت بڑھنے لگی یہانتک کہ چھوٹی موٹی ریاستیں ان کے خوف سے کانپنے لگیں، اور وقت ضرورت اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں ان سے مدد لینے کے لئے مجبور ہوگئیں، ان مختلف بہادر فرقوں (Order of Knight) نے حشاشین کی پوری شاگردی اختیار کی اصلیبی جنگ سے لوٹ کر انہوں نے بھی یورپ میں کہرام مچادیا، ان کا جہاد بھی خونخوار ہوتا تھا اور ان کے ہاتھوں تنگ آکر اکثر سلطنتوں نے ان کی بیخکنی کا تہیہ کرلیا۔

جب ان آرڈر آف نائٹس کا خاتمہ سا ہوگیا تو عیسائیوں میں ایک اور فرقہ نے جنم لیا، اُن کا ذکر یہاں پر بہت ضروری ہے۔

فرقہ جیسوٹس کی کہانی

سنہ ۱۴۹۱ء میں نائٹ برٹرام مالک قلعہ لائیولا (Lryola) کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اگنیشئیس (Ignatius) رکھا گیا وہ پہلے بانکا بہادر سپاہی خاتونوں کا پیارا تہا، لیکن ایک جنگ میں اُس کی بائیں ٹانگ پر چوٹ آئی اور وہ زندگی بھر کے لئے لنگڑا ہو گیا۔ تب دُنیاوی خیالات کو تلانجلی دیکر وہ مذہب کی طرف رجوع ہوا، اور اُس نے گذشتہ پاپوں کا پرائسچت یعنی کفارہ شروع کر دیا۔ بال بڑھائے موٹے سے موٹے اور روئی سے ردی کپڑے پہن لئے، کھانا مدتوں تک ایسا ترک کیا کہ کمزوری کے باعث غشی طاری ہو جاتی۔ قصہ مختصر اُس کے پُرانے عزیز و اقارب اُسے دیوانہ سمجھنے لگ گئے، بھائی نے اُسے پکڑ کر پھر سے شریفوں کی پوشاک پہنائی، لیکن وہ بہانہ سے پھر بھاگ نکلا اور مذہبی مقامات کا یاتری بن گیا۔ سنہ ۱۵۲۳ء میں عیسائیت کے دار الخلافہ روم میں پہنچا اور پوپ روم سے برکت حاصل کی، اس کے بعد بہت سی مصیبتوں کو جھیلتا ہوا بارسیلونا میں پہنچا، اور وہاں صرف و نحو لاطینی کا مطالعہ شروع کیا، جس میں تھوڑے دنوں کے اندر ہی عجیب غریب مہارت حاصل کی اور عیسائی مت کا اُپدیش شروع کر دیا پھر فلسفہ اور مذہب کا مطالعہ کرتے ہوئے مقام الکلا میں اُس نے دین عیسوی کی تبلیغ شروع کر دی۔

چونکہ اس کی دعوت مذہبی کا اثر عوام پر بہت پڑتا تہا سند یافتہ پادریوں نے اس کی مخالفت شروع کی، اُسوقت تک اگنیشئیس لائیولا نے ایک جماعت بنالی تہی، بڑے پادری نے حکماً ان کی تبلیغ بند کر دی۔ پس لائیولا شہر سیلامنکا ہی چلا گیا۔ جہاں پھر بشپ (لاٹ پادری) نے اسے قید کر کے ۲۲ دنوں تک

تنہائی میں رکھا، اور اس شرط پر چھوڑا کہ بغیر چار سال تک برابر مذہبی تعلیم حاصل کئے وہ دعوت کرسچی مت کا کام نہ کریگا، تب ۱۵۲۸ء میں وہ پیرس دارالخلافہ فرانس کو چلا گیا۔ اس وقت اگنیشئیس کی عمر ۳۷ سال کی تھی، مگر اُس نے بڑی سرگرمی سے پھر حصول علم کی طرف توجہ کی۔ لیکن دو سال کی محنت کے بعد ہی اُس کے اندر پھر کافروں کو مسیحی بنانے کا ولولہ اُٹھا۔

انہی دنوں جرمنی میں لوتھر نے رومن کیتھولک مذہب کے خلاف آواز اُٹھائی اور اُس کے ساتھ بہت سے ریفارمر شامل ہو گئے، اُس وقت سب مسیحی دونیا فرقوں کا زور گھٹ رہا تھا، ویسے نازک وقت میں اگنیشئیس لائیولا کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس لامذہب حملہ کے روکنے کیلئے سینہ سپر ہو جانا چاہیئے۔ اُس نے عیسیٰ مسیح اپنے آپ کو فرض کیا اور اُس سپہ سالاری کی حیثیت میں آسمان کے سب فرشتوں کو اپنے ماتحت خیال کیا، تب اس نے مذہبی فوج کی بھرتی شروع کر دی، اُنہیں میں پیٹر فیبر (Peter Faber) اور فرانسیس زیویئر (Francis Xavier) بڑے جاں نثار عیسائی بھی تھے انہوں نے اپنی جماعت کا نام (The Society of Jesus) یعنی جماعت عیسوی رکھا جس کا مخفف آخر کار (Jesuit) جیسوٹ ہو گیا۔ روم کے پوپ کے لئے گویا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا۔ جس لائیولا کو مجذوب اور سند یافتہ پادریوں کا دشمن سمجھا جاتا تھا اُس کی جماعت کو خود پوپ نے باقاعدہ آشیرباد دیا۔ اور لائیولا کی سرکردگی میں وہ جماعت چاروں طرف پھیل گئی اُن میں سے جو جیسوٹ ہندوستان میں مسیحی تبلیغ کا کام کرنے آئے اُن کا مختصر ذکر کر کے اور اُن کے علانیہ وخفیہ جہاد کے طریقے جتلا کر پھر اُن کے یورپ کے اندر کشت و خون کا ذکر کروں گا۔

ہندوستان میں فوج عیسوی کے سپاہی

اوپر کا بیان اور آگے جو کچھ بھی فوج عیسوی کے بارے میں لکھ رہا ہوں وہ سب کتاب "دی جیسوئٹس" سے لیا گیا ہی جس کو تھیوڈور گریسنجر نے تصنیف کیا ہے اور مسٹر اے، جے سکاٹ، ایم، ڈی نے ترجمہ کر کے ۱۸۹۲ء میں بمقام لنڈن معرفت ڈبلیو ایچ) ایلن اینڈ کمپنی چھپوایا۔ اس تصنیف کی دوسری کتاب میں عیسوی مذہب کی ایشیا میں تبلیغ کا حال چھپا ہے۔ اس کے صفحہ ۸۵ سے اس طرح داستان چلتی ہے کہ مسیح کی چھٹی صدی میں ایک شخص ٹامس (Thomas) نامی ہندوستان کے جنوب میں کالی کٹ کے مقام پر پہنچا۔ جو شہر مہاراجہ دھیراج سیرام پیرومل نے بسایا تھا۔ اس کے ذریعے سے مسیحی مذہب کے خیالات ادھر آگئے پھر جب پرتگالوں نے مالابار، گوا، لنکا، ملکا جزائر سنڈا پر بعہد الفانزو البوقرق قبضہ کر لیا تو اس جگہ مسیحی خیالات کی اشاعت ہوئی۔ لیکن یہ مسیحی خیالات ہندو رسوم کے ساتھ ایسے خلط ملط تھے کہ کٹر رومن کیتھولک عیسائی اس کو دیکھکر حیرت میں پڑ جاتے تھے۔ تب فرانسسکن فرقہ کے مشنری سدھار کے لئے بھیجے گئے حالانکہ پرتگالی وائسرائے اور گورنمنٹ فوجی سنگینیں بھی ان کے ماتحت کر دیں پھر بھی سوائے گوا کے وہ کہیں کامیاب نہ ہو سکے اور وہاں بھی سوائے معدودے چند کے ہندو تھوڑا بہت ہی برہما اور وشنو کی پوجا میں ہی مشغول رہے۔ اس سے پرتگال کے بادشاہ جان سوم (John III) کی تسلی نہیں ہوئی۔ وہ رومن چرچ کا شردھالو بھگت ہی نہ تھا بلکہ اس کو یقین تھا کہ جب تک انکی ہندو پرجا صلیب کے آگے سر نہ جھکائیگی تب تک نمک حلال پرتگالی رعایا نہ بن سکیگی۔ اسوقت جان سوم بادشاہ پرتگال نے لایولا کی نئی مسیحی فوج کا حال سنا

اور لاؔیولا سے درخواست کی کہ اپنے مبلغوں کا بڑا حصہ ہندوستان کے لئے دیدیوے
تاکہ بت پرست ہندوؤں کو مسیح کے گلّے میں داخل کر سکیں۔ لاؔیولا نے خود تو روم
میں اپنا اقتدار جمائے رکھنے کا تہیّہ کر لیا اور ہندوستان کے لئے اپنے دو کار
کنوں کو بھیجدیا جن کے نام راڈریگویز (Rodriguez) اور فرانسس
ژیوئیر (Francis xavier) تھا۔

چنانچہ ۱۵۴۰ء کے موسم گرما میں یہ لوگ پرتگال کے دار الخلافہ شہر لسبن میں
پہنچے ان میں سے بادشاہ جان نے راڈریگویز کو تو اپنے پاس رکھ لیا۔ لیکن فرانسس ژیوئر
کسی طرح بھی نہ رُکا اور ہندوستان کے بُت پرستوں کو مسیحی بنانے کی دُھن میں
بادشاہ سے پورے اختیارات حاصل کر کے چل دیا۔ یعنی اُسے سارے ہندوستان
کے لئے پوپ صاحب کا نمائندہ بنا دیا گیا۔ ۷ اپریل ۱۵۴۱ء کے دن وہ شاہی
جہازوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور ۶ مئی ۱۵۴۲ء کے دن وہ گوا کی بندرگاہ پر
جا پہنچا۔ پیشوائی کے لئے تزک و احتشام سے سواریاں آئیں اور شاہی محل میں
ڈیرہ دیا گیا، مگر ژیوئیر ہسپتال میں بیماروں کی تیمار داری کے لئے پہنچ گیا، اور
اپنا گذارہ عوام سے بھیک مانگ کر کرنے لگا۔ چونکہ ژیوئیر گوا کی بولی سے واقف
نہ تھا اس لئے اُسے اپنے مشن میں کچھ بھی کامیابی نہوئی۔ تب اُس نے ہندوستانی
زبان سیکھنی شروع کی اور فرانسسکن مسیحی فقرا سے ایک عمارت حاصل کر کے اُسمیں
یوفریال کے نام سے کالج کھولدیا، اس کالج کو عالیشان اور شاندار بنانے کے
لئے اُس نے وائسرائے سے فوجی مدد لیکر گوا کے گرد و نواح کے ہندو مندروں کو
مسمار کیا۔ اور اُن کی سب منقولہ و غیر منقولہ جائداد اپنے عیسائی کالج کے تعمیر و تکمیل میں
لگادی

ہندوستانی اور ملائی زبانوں میں کافی مہارت حاصل کر کے ژیوئیر مالابار کے

ساحل پر مسیحی دعوت کے لئے چلدیا، وہاں عجیب حکمت سے وہ اپنے مذہب کا پرچار کرتا، پہلے
گھنٹی بجاتے ہوئے دیوانہ وار گھومتا اور جب کافی تعداد سامعین کی جمع ہو جاتی تو کسی
اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر ہاتھ پیر بے تحاشا پٹکتے ہوئے دیسی زبان کے ساتھ لاطینی
ہسپانی اطالین اور فرانسیسی زبانوں کے ٹکڑے ملا کر اُپدیش دیتا اور پھر ایک
بڑی صلیب نکالکر پہلے اُسے آپ چومتا اور پھر اوروں کو اُس کے چومنے کی دعوت
دیتا، اور جو صلیب کو چوم لیتا اُسے انعام میں ایک خوبصورت مالا دی جاتی، جو ہزاروں
کی تعداد میں پرتگال سے لائی گئی تھی، یہ تو ایک طریقہ تبلیغ کا تھا۔

دوسرا طریقہ یہ تھا کہ پرتگیز کی فوج کی مدد سے ہندو مندر گرا کر اور اُن کی
مورتیاں توڑ کر اُنکی جگہ عیسائی معبد خانہ بنایا جاتا، جس میں عیسیٰ کی صلیب پر چڑھی
ہوئی مورتی بنائی جاتی تھی، اور اس کے پاس ہی لڑکوں کی تعلیم کے لئے سکول بنایا جاتا
ان سکولوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کو بے معنی مسیحی آیتیں حفظ کرا کر اُنہیں بپتسمہ
دیا جاتا۔ جب ایسے بہت سے گرجا گھر اور سکول بن چکے تو ژیویئر نے بیس سے
زیادہ اسٹنٹ مانگے جو لایولا نے بڑی خوشی سے بھیجدئے، تب ۱۲۰ ہندو رؤسا
کے لڑکوں کو زبردستی عیسائی پادری بننے کے لئے تعلیم دی گئی۔ چنانچہ لنکا کے
کونڈی نگر کا راجہ زبردستی عیسائی بنایا گیا، اور اس کے اہلکار ضبطی جائداد کے
خوف سے بپتسمہ لینے کے لئے مجبور ہوئے، اس طرح ہزاروں عیسائی بنائے
گئے مگر باوجود اس جور و ستم اور بپتسمہ کی رسم کے یہ سب نئے کرسچین ہندو کے
ہندو ہی بنے رہے۔ اُن کی نسبت لکھا ہے کہ جب پادری ایک گاؤں سے
دوسرے کی طرف چلا جاتا تو پہلے گاؤں کے ہندو پھر زیر سرپرستی اپنے برہمنوں کے
ہندو بن جاتے۔ تب ژیویئر کے پادری اُن پر بڑے بڑے ظلم کرنے لگے جس سے
تنگ آ کر ہندوؤں نے پرتگالوں کے دائرہ اثر سے باہر کے ہندوؤں کی مدد مانگی

جنہوں نے سب عیسائیوں کو تہ تیغ کیا۔ تب ژیویئر نے گوا میں ایک خونی عدالت
بنائی، جس کے حکم سے غیر مسیحی تہ تیغ کئے جاتے اور اُن کی جائداد جیسوئٹ پادریوں
کی نذر ہوتی۔ بعض زندہ جلائے جاتے۔ ان ہیبتناک مظالم نے بزدل ہندوؤں کو
کو عیسائی بننے کے لئے مجبور کر دیا، تب کالج اور گرجا بیشمار بنے جن کے نشان اب
تک موجود ہیں۔ اس وقت بھی گوا اور اُس کے گرد و نواح میں اڑھائی لاکھ سے
زیادہ عیسائی موجود ہیں جو اپنے آپ کو براہمن یا غیر براہمن عیسائی بتلاتے اور سب
ہندوؤں کے رسوم ادا کرتے ہیں۔ منجملہ کل ہندوستان کی ۴۷ ½ لاکھ عیسائی
آبادی کے ۳۲ لاکھ مدراس میں ہیں۔ اور اُن میں سے پچیس لاکھ سے زیادہ اچھوتوں
میں سے عیسائی گلے میں ڈالے گئے تھے۔ ان سب کو عموماً جبراً عیسائی بنایا گیا تھا
وے اب بھی پرانے دھرم کی شرن آنیکو تیار ہیں، لیکن اُن کی سنگدل برادری
اُنہیں اپنے اندر جذب کرنے کو تیار نہیں۔

ژیویئر تو ان فتوحات کے بعد جاپان اور چین کو عیسائی بنانے چلا گیا۔ وہاں
بھی سام دام اور بھید سبھی حکمت عملیاں چلائیں۔ لیکن اُن خود مختار ملکوں میں
ناکامیاب ہو کر ایک چینی جزیرہ میں اُترا جہاں تاریخ ۲ دسمبر ۱۵۵۲ء کے دن
وہ ۴۶ برس کی عمر میں راہی ملک عدم ہوا۔ ژیویئر کی موت کے بعد اُس کے لئے
بڑے بڑے پاک خطاب پوپ کی طرف سے دیئے گئے۔

یہ ایک طریقہ رومن کیتھولک مسیحی مبلغوں کا تھا جسے محمدی قتل مرتد
کے مسئلہ کے مطابق کھلا علانیہ جہاد بت پرست کافروں کے برخلاف
کہا جا سکتا ہے۔ اور یہ سبق اُنہوں نے غالباً محمدی نزاریوں سے سیکھا تھا۔
مگر دوسرا طریقہ بھی اُن کے اندر جاری تھا جسکی مثال بلقت اسماعیلی تبلیغ
اسلام کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ نزاری حشاشین کے فدائیوں کا مقابلہ تو

یورپ کے جیسوئیٹ کریں گے۔ جنکا ذکر آگے چلکر کروں گا لیکن پیر صدر الدین کے
آغا خانیوں کے مقابلے کے عیسائی مشنری بھی قابلِ قدر کام کر چکے ہیں۔
زیویر کے بعد دوسری قسم کے عیسائی پادری آنے لگے۔ وے سب اپنی تعداد بڑھانے کی طرف
متوجہ ہوئے جسکا بہت سادہ سول طریقہ تھا۔ یہہ سرل ذرایع کیا تھے؟ یہ طریقہ اس کے سوائے
کچھہ نہ تھا۔ کہ چونکہ سارے ہندوستان میں براہمن دہرم رائج تھا اسلئے یہ پادری ہندوستانی پجاریوں
یا براہمنوں کا بھیس پہن لیتے تھے۔ تاکہ وے ہندوستانیوں
کے سامنے جنہیں بدیشیوں سے قدرتی نفرت تھی۔ اس دیس کے باشندے
سمجھے جاویں اور ساتھہ ہی وے اپنی عیسائیت کو موجودہ ہندو خیالات اور
رسوم کے ساتھہ خلط ملط کر لیتے تھے۔ تب وے صرف بپتسمہ دے کر ان ہندوؤں
کے نام بدل دیتے تھے۔ باقی باتوں میں وے ہندو کے ہندو رہتے تھے۔
اور عیسائی نام بھی قبول کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ وے اپنے ہندو نام ہی
رکھتے تھے۔ اور بقول حواری پال کے وے ہر ایک کے ما، ویسے ہی بنجاتے
تھے۔ میرے لئے یہہ آسان ہے کہ اُن تمام جیسوئیٹو کی فہرست بنا دوں جو اسطرح ملک میں براہمن
بنکر بار بار یہہ چکر لگاتے اور صلیب کو پاؤں تلے روندتے تھے۔ مگر میں یہاں صرف دو تمثیلوں پر اکتفا
کروں گا جس سے ناظرین کو ہندوستان میں جیسوئیٹوں کے کام کی اصلیت معلوم ہو جائے گی۔
"اُن میں سے پہلا بیٹر کانسٹینٹائنو بشیچی تھا۔ جس نے بڑے احتیاط سے
ہندی اور سنسکرت زبان کا مطالعہ کیا تھا۔ اور براہمنوں کے رواج اور ضوابط
اور طرزِ معاشرت کی اس خوبی سے تقلید کرتا تھا۔ کہ دکن کے باشندے
(جہاں وہ عرصہ تک رہا) اُسے مثل ایک سنت کے پوجنے لگے۔ اور چونکہ
اُس نے دیسی زبان میں نظمیں بھی شایع کیں اس لئے کل ہندوستانی ممالک
میں اُسکی شہرت ہو گئی۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ فرمانروائے دکن نے اُسے تیجا

برہمن سمجھکر اپنا مصاحب اولی اور وزیر بنالیا۔ اور کانسٹینٹائن و سٹیچی نے اس غلطی کی اصلاح کی کچھہ بھی کوشش نہ کی۔ برخلاف اس کے معزز پادری نے اُس وقت سے تمام یوروپین رواج و اداب کو خیرباد کہکے عوام کے اندر خوبصورت ہندوستانی پوشاک پہنکر ایک سجے ہوئے گھوڑے پر نکلنا شروع کیا یا غلاموں کے کندھوں پہ پالکی میں سفر کرتا۔ اُس کی سواری کے ساتھ سواروں کا دستہ نکلتا۔ جو اس بڑے آدمی کا راستہ صرف کرتے اور اُس کے آنے اور جانے کا باجے گاجے سے اعلان کرتے۔ کوئی نہیں سمجھہ سکتا تھا کہ وہ یوروپین ہے۔ یا یہہ کہ وہ عیسائی ہے۔ وہ اندر سے خاتمہ تک جیسوئیٹ رہا۔ اور اُس کے ساتھی ہمیشہ اُسے فخر سے یاد کرتے تھے۔

"دوسری مثال پیٹر بار تھیلیمی اکاسٹا کی ہے جس کی طرف میں توجہ کھینچتا ہوں۔ یہہ بالکل مختلف ذات شریف تھے۔ یہہ ملک کے بڑے آدمیوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ بہت ہی ادنی درجہ کے آدمیوں کے ساتھہ ملنے پر ہی صابر رہتے۔...... وہ فاحشہ ناچنے اور پیشہ کمانے والی عورتوں کے گھر تلاش کر کے اُن سے ملتے اور چونکہ وہ جانتے تھے کہ اُن کا م کام دیوتا کی کرپا سے مردوں پر بڑا اثر ہے۔ اس لئے وہ ان (فاحشہ عورتوں) کے ساتھہ زیادہ سے زیادہ مانوس ہو گئے۔ وہ اُن کے ساتھہ کھیلتے اور ناچتے اور شراب پیتے۔ جن ذرایع سے وہ اُن کا سب سے پیارا دوست اور رازدان بن گیا۔ وہ غریب عورتیں اس سے بہت خوش رہتیں۔ اور اس سے بڑھ کر اُن کی خواہش نہ تھی۔ کہ ان (پادری صاحب) کی بدولت بہشت کے اندر آسانی سے داخل

ہو جاویں۔ اُن کے عیسائی مذہب قبول کرنے کے راستے میں ایک ہی رکاوٹ تھی۔ اور وہ یہہ کہ انہیں بتلایا گیا تھا۔ کہ اُن کے پیشے کو عیسائی پادری ایک ناپاک گناہ سمجھتے ہیں اور اِس لئے وے (فاحشہ عورتیں) بپتسمہ لینے میں ہر روز دیری کر رہی تھیں۔ تب معزز پادری صاحب نے کیا کیا؟ اُس نے انہیں تعلیم دی کہ وہ عیسائی ہو کر بھی اپنا پیشہ کما سکتی ہیں۔ اور بغیر گناہ کئے کام دیو کے ارپن اپنے آپ کو کر سکتی ہیں بشرطیکہ وے اپنی کمائی کا کچھہ حصہ عیسائی گرجا کے بھینٹ کریں۔ اور بہرصورت اُن اشخاص کو عیسائی بنانے کی کوشش کریں۔ جن سے اُن کا ناجائز تعلق ہے۔" (صفحہ جات ۱۰۲ و ۱۰۳)

اِسجگہ تھوڑی دیر ٹھہر کر غور کیجئے تو معلوم ہوگا۔ کہ دنیا اب بھی اُسی محور میں گردش کر رہی ہے۔ جس میں اُس وقت کرتی تھی۔ آج بھی خواجہ حسن نظامی محمدی کچھہ اِسی قسم کی تلقین آج کل کی طوائفوں کو کر رہے ہیں۔ اور اگر اُن کا روزنامچہ (جو رسالہ درویش میں نکلتا ہے) صحیح ہے تو صرف دہلی ہی کی نہیں بلکہ دور دراز کی طوائف بھی اکثر تبلیغ اور دعوتِ اسلام کے گُر سیکھنے خواجہ صاحب کے پاس جاتی ہیں۔ عیسائیوں کے اندر سے یہہ طریقہ جات تبلیغ دیر سے نکالے جا چکے ہیں۔ لیکن جنوبی ہند میں اُن کے بہت سے جزو ابتک باقی ہیں۔

پُرتگال والوں کی حکومت کے سہارے سے جیسوئیٹ لوگ ایک سو برس تک ایسی ہی کارستانیاں کرتے رہے لیکن جب فرانسیسی۔ ڈچ اور انگریزوں نے اُن کو نکال دیا تو اُن کے زوال کا زمانہ آ گیا۔ مگر جنوبی ہند میں ابتک جیسوئیٹوں کی خفیہ کارستانیوں کا دفتر ختم نہیں ہوا اور اگر ہندو ودن (آریہ سنتان) کو اپنے دھرم کی حفاظت کرنی ہے اور اپنی جماعت کو زوال سے بچانا ہے تو انہیں درمیانی زمانہ کے بوسیدہ توہمات کو خیرباد کہکر قدرتی ویدک دھرم کی شرن میں آنا ہوگا۔

یورپ میں نزاری حشاشین کے جانشین

نزاری حشاشین کی پوری کہانی پہلی فصل میں بیان کیجا چکی ہے۔ اُنکا ایک ہی مقصد تھا۔ وہ یہ کہ اپنی جماعت کی ترقی اور حفاظت کیلئے اپنے شیخ کی زبان پر قربان ہوجانا جو نظارا کاونٹ آف شیمپین کو شیخ الجبل کے داعی الدعات سنان نے مسیات کے قلعہ میں دکھایا اس نے صرف کاونٹ موصوف پر ہی اپنا اثر نہیں ڈالا بلکہ کئی مذہبی نائٹ لوگوں کی جماعتوں نے اُس سے زبردست سبق لیا۔ اُنکی بدولت یہہ خفیہ جہاد کی تعلیم جیسوئٹوں تک پہونچی۔ جیسوئٹوں کے اصول مسٹر کارٹ رایٹ کی تصنیف مطبوعہ ۱۸۷۶ء میں اس طرح پر بیان کئے گئے ہیں:۔

"اپنے پرتگال کے پادریوں کو تحریر بھیجتے ہوئے سینٹ اگنیشیٹس نے لکھا۔ دیگر مذہبی جماعتیں بھوکے رہنے رت جگے کرنے اور ایسی ہی دیگر سختیاں جھیلنے میں چاہے ہم سے سبقت لیجائیں لیکن ہمارے بھائیوں کو اپنی ذاتی خواہش اور دانست کو قربان کردینا چاہیئے۔ یہہ اصول کی کتاب میں لکھا ہے سب کو یقین کرنا چاہیئے کہ جنکا فرض اطاعت ہے اُنکو اپنے بڑے پادری کے ذریعہ باریتعالی کے حرکت دینے اور حکم دینے پر ہلنا چاہیئے گویا وہ مردہ جسم ہیں۔ ...... مکمل پادری وہ ہے جو اپنے جنرل کے ہر ایک حکم کے آگے بغیر پس و پیش کے سر جھکا دے۔ ......"

پہلا اصول اطاعتِ کامل یعنی ہرچہ شک آرد کافر گردد کے مقولے پر عمل۔ دوسرا پاکدامنی۔ اور تیسرا۔ افلاس۔ دوسرا اور تیسرا اصول تو محض دکھلاوے کا تھا۔ کیونکہ جہاں ذاتی طور پر افلاس کی ہدایت تھی وہاں جماعت کے سب اڈوں پر ہندوستان کے مہنتوں سے ہزار ہا گنا زیادہ منقولہ اور غیر منقولہ جایداد موجود تھی۔ پاکدامنی بھی محض دکھلاوے کی ہی تھی۔ لیکن اپنے جنرل (شیخ) کے حکم کی تعمیل میں البتہ کلام کی گنجائش نہ تھی۔ اور اُس حکم کی تعمیل کرانے کے لئے ایک بڑا معقول اصول یہ تھا کہ اگر مقصد (اُدیشیہ یعنی End) ٹھیک ہے۔ تو ذرایع کیسے بھی قبیح ہوں۔ اُن کا خیال دل میں نہ لانا چاہیئے۔

اور جیسوٹوں کا پاک مقصد محض اپنی جماعت کی ترقی اور حفاظت تھی۔ جسمیں دغا، فریب مکاری، قتل، ڈاکہ سب کچھہ روا تھا۔ میں اس جگہ جیسوٹوں کے دیگر سب اوصاف کو علیحدہ رکھکر (کیونکہ اُن کے لئے کئی کتابوں کی ضرورت ہوگی) محض اُن کے سازش کشت و خون کے ہی کچھہ واقعات کو لونگا۔

یہ سب حالات تھیوڈور گریسجر کی تصنیف کی کتاب ششم کے چھٹوں بابوں میں درج ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی مکاریوں اور سیہ کاریوں کو ملاحظہ کرکے دنیا کی سب سلطنتیں ان سے بھڑک گئی تھیں، اور اکثر اس کے فرقہ کی مخالفت کرنے لگ جاتی تھیں۔ تب بغیر بادشاہ ملک کو قتل کئے ان کی جماعت کی حفاظت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے اُنہوں نے اپنی جماعت کی طرف سے اپنے دشمن بادشاہوں کے ممالک میں یہ اصول پھیلانا شروع کیا کہ جب بادشاہ ظالم ہو جائے۔ یعنی مذہبی جماعت سنتوں کے برخلاف ہو جائے تو ہر فرد رعیت کا فرض ہے کہ اُسے قتل کردے۔ وہ جرم یا گناہ نہیں رہتا۔ دوسرا اصول جو عوام میں پھیلایا گیا یہ تھا کہ اگر کوئی خدا کا سپاہی یعنی مذہبی پادری بادشاہ کے برخلاف بغاوت کرے تو وہ جرم نہیں، کیونکہ پادری کسی ملک کی رعایا نہیں ہے۔ پھر یہ کہ اگر کوئی فرمانروا ظالم ہو تو بغیر کسی عدالت کی تحقیقات یا فیصلہ کے لئے انتظار کئے اُسے ہر ایک فرد رعیت قتل کر سکتا ہے۔ ان اصولوں کو مدنظر رکھکر اگر ناظرین آگے کی کہانیوں کو پڑھیں گے تو اُنہیں جیسوسٹوں کے کارنامے بخوبی سمجھ میں آجائیں گے۔

جرمنی میں قتل کے واقعات

جیسوسٹوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ ساری دنیا میں اپنی شاخیں قایم کرکے سب کو اپنے جنرل کے پنجہ میں پھنسا دیں، چنانچہ جب لیو پولڈ اول شاہنشاہ جرمنی

سنہ ۱۶۵۷ء میں اپنے والد شہنشاہ فرڈیننڈ سوم کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا تو چونکہ
اُس کے اُستاد دو جیسوسٹ رہ چکے تھے۔ اس لئے اُن کا سٹر دھالو بھگت
بن گیا۔ لیکن لایولا کا مقصد ساری دنیا کے بادشاہوں کو قابو کرنیکا تھا۔ انہوں نے
دوسری طرف آسٹریا کے بادشاہ کو قابو کرنا چاہا۔ لیکن وہاں دال نہ گلتی دیکھکر
فرانس کے بادشاہ چودھویں لوئیس کو تیسری طرف قابو کرنا چاہا۔ تب شہنشاہ جرمنی
کو فرانس کے ساتھ ملاکر آسٹریا کو تاخت وتاراج کرانے کا منصوبہ باندھا۔ لیوپولڈ
کے کہنے کے مطابق آسٹریا سے نہ بگاڑی۔ تب جیسوسٹوں نے اُسے زہر
دینے کا عجیب ڈہنگ سوچا۔ اُنہوں نے شہنشاہ کے کمرہ میں جانے کیلئے
زہر آلودہ موم بتیاں سازش سے پہنچا دیں۔ لیوپولڈ دن بدن گُھل گُھل کر
بھینے لگا۔ اتفاقاً ایک طبیب نے تشخیص ٹھیک کی۔ سب موم بتیاں جمع کی گئیں
کچھ حصہ ایک کتے کو گوشت میں ملاکر دیا گیا وہ فوراً مر گیا۔ تب شہنشاہ کو دوسرے
کمرے میں پہنچایا گیا اور اُن کو آرام ہو چلا۔ تحقیقات پر معلوم ہوا کہ موم بتیاں
جیسوسیٹ چرچ کے ہیڈ پادری نے پہنچائی تھیں۔ اس پر سب جیسوسٹ گھبرا گئے
لیکن دوسرے دن ایسا ڈہونگ رچا کہ ہیڈ پادری کو بھگا دیا اور خود شہنشاہ
کی بارگاہ میں حاضر ہوکر بھاگے ہوئے کو بدمعاش اور سنگت کو بدنام کرنیوالا
ظاہر کرکے شہنشاہ سے پھر بنالی۔ اور اُس کے بعد ہمیشہ شہنشاہان جرمنی
کو اپنے قابو رکھنا۔

انگلستان میں ہیبتناک قاتلانہ سازشیں

انگلستان میں بعہد ششم ہنری رومن
کیتھولک عیسائی ملک بدر کئے گئے تھے
مگر اُس کی لڑکی میری جب تخت نشین
ہوئی تو اُس کے رومن کیتھولک ہو چکے

باعث جیسوسٹوں نے بھی انگلستان میں سر نکالا اور ہزاروں پروٹیسٹنٹ عیسائی (Protestants) دار پر کھینچے گئے۔ میری کے بعد اُس کی بہن ایلیزابیتھ (Elizabeth) انگلستان کے تخت پر بیٹھی۔ یہ پروٹیسٹنٹ تھی مگر اُس نے کیتھولکوں پر ظلم روا نہ رکھا اور اُن سب کو اپنی زیر حفاظت لیا۔ جو اُس کی حکومت کے قائل اور اُس کے نمک حلال رعایا کے طور پر اُس کی بادشاہت کی فرمانبرداری کرتے تھے اگر جیسوسٹ دخل در معقولات نہ دیتے تو رومن کیتھولک امن کے ساتھ انگلستان میں زندگی بسر کرتے اور ہمیشہ اپنی حالت پر قانع رہتے۔ لیکن جیسوسٹ تو بجائے دنیاوی بادشاہت کے ہر جگہ اپنی بادشاہت لانا چاہتے تھے اور ساری دنیا کو پوپ روم کی نام نہاد ماتحتی کے نام پر جیسوسٹ جنرل کا غلام بنانا اپنا دھرم سمجھتے تھے۔ اس لئے اُنھوں نے انگلستان کی کیتھولک رعایا کو بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور انگلستان کے بادشاہوں پر سازشانہ و قاتلانہ حملے شروع کر دئے۔

ہشتم ہینری نے این بولین سے شادی کی تھی۔ اُس تعلق سے ایلزابیتھ پیدا ہوئی۔ جیسوسٹوں نے پوپ روم سے یہ فتوی حاصل کیا کہ این بولین کا وِواہ جائز نہ تھا۔ اس لئے ایلزابیتھ ولد الحرام ہے۔ اور اصل مالک تخت سکاٹ لینڈ کی کیتھولک ملکہ میری ہے۔ اس فتوے کا ظاہرا تو کوئی اثر نہوا۔ لیکن آیندہ بغاوتیں اسی فتوی کی بنا پر ہوتی رہیں اور کیتھولک ملکوں میں جیسوسٹوں نے انگلش پروٹیسٹنٹ وا حکومت کی بیخکنی کے لئے درسگاہیں جاری کیں۔ اور اس طرح وہاں کے فرمانرواؤں سے بہت سی دولت حاصل کی۔ ان جگہوں میں اُنھوں نے ایک سازش کھڑی کی جس کا مدعا یہ تھا کہ ملکہ ایلزابیتھ کو معہ اُس کے دولایتی دفادار کے قتل کر دیا جائے۔ اس کے واسطے تین جیسوسٹ آبدار خنجریں لیکر مہم پر نکلے۔ اِس کا پتہ ایلزابیتھ کے مخبروں نے لگا لیا اور تینوں جیسوسٹ انگلستان کے ساحل پر اُترتے ہی گرفتار کر لئے گئے۔

اور جب تحقیقات پر اُن کا اقدام جرم ثابت ہوگیا تو یکم دسمبر ۱۵۸۱ء کے دن انہیں معہ اُن کے دیگر سازشیوں کے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ اس طرح پر پہلے سازشی حملہ کا خاتمہ ہوا۔

دوسری سازش دو برس بعد شروع ہوئی۔ ولیم پاری (William Parry) نامی ایک امیرانہ گھرانے کے مفلس فرد کو ان لوگوں نے پھانسا۔ اُس کو زر نقد کی مدد دیکر اُس کے مذہبی جذبات کو بھڑکایا پھر جیسوسٹ بڑے پادری سے اُسے قتل کے لیے پیشتر سے معافی کا فتویٰ لے دیا اور پاری نے لنڈن کی راہ لی۔ وہاں کٹّر پروٹیسٹینٹ کا روپ بھر کر الیزابیتھ کے سامنے جیسوسٹوں کی سازش کا بھانڈا پھوڑنے کے بہانے سے اُس نے ملکہ پر ایسا قابو پالیا کہ اُس کی تخلیہ میں ملاقاتیں شروع ہوگئیں۔ پاری نے اپنے ایک رشتہ دار نیوّل کو اس لئے رازدار بنایا کہ دریائے ٹیمس کے ساحل پر ایک کشتی لئے تیار رہے تاکہ جب پادری اپنا خونی کام کر چکے تو فوراً کشتی پر بیٹھکر وہاں سے اُڑ جائے اس دوران میں نیوّل کا ایک دولتمند رشتہ دار لاولد مر گیا اور اُس نے اس خیال سے سازش کا سارا راز ملکہ کے روبرو ظاہر کر دیا کہ اس ذریعے وہ اپنے لاولد رشتہ دار کا جانشین قرار دیا جا سکے۔ پاری گرفتار ہوا۔ اور نیوّل کے روبرو کیے جانے پر اقبالی ہوا۔ اور جن جیسوسٹ پادریوں نے اسے اس شیطانی کام کے لئے تیار کیا تھا اُن کے نام بھی بتلا دئے۔ مگر یہ سب لوگ پہلے ہی بھاگ نکلے تھے۔ اس لئے دوسری مارچ ۱۵۸۵ء کے دن اُس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اُسے پھانسی پر چڑھا کر اس کے دل اور انتڑیاں نکال لی گئیں، اور اُس کے روبرو آگ میں جلادی گئیں۔ اور پھر اُس کے جسم کے چار ٹکڑے کر کے لنڈن کے چاروں دروازوں پر کیل دئے گئے۔

اس جگر سوز سانحہ کے ڈیڑھ برس بعد تک جیسوسٹ خاموش رہے۔ پھر ۱۵۸۶ء میں تیسری سازش کے ساتھ بڑے حملہ کی تیاری کی۔ ایتھنتھنی یا بنگٹن ایک کیتھولک نوجوان فرانس کی سیر کو گیا۔ اُسے سکاٹ لینڈ کی ملکہ میری کے قید کئے جانے کے معاملہ پر جوش دلایا گیا۔ یہاں تک کہ اُس نے ایلزابیتھ کو قتل کر کے ملکہ میری سٹوارٹ کو سکاٹ لینڈ اور انگلینڈ دو تختوں کی وراثت دلانے کا تہیہ کر لیا۔ انگلینڈ پہنچکر بابنگٹن خاموش ہو گیا۔ مگر جیسوسٹوں نے اُس کا پیچھا نہ چھوڑا اور انگلینڈ پہنچکر اُسے پھر تیار کیا۔ وہاں اُس کے اور ساتھی بھی بنائے گئے۔ سازش بالکل پک چکی تھی، اور ۲۴ اگست کی تاریخ آخری حملہ کے لئے مقرر تھی کہ گورنمنٹ کو پھر پتہ لگ گیا اور سب سازشی گرفتار کر لئے گئے۔ بعد تحقیقات بہ ثبوت اقدام جرم سب کے سب سازشی یکم ستمبر ۱۵۸۶ء کو پھانسی پر چڑھائے گئے، اور چونکہ اس سازش کا علم ملکہ میری سٹوارٹ کو ہونا بھی ثابت ہوا۔ اس لئے ۸ فروری ۱۵۸۷ء کے دن اُس کو بھی پھانسی لگ گئی۔

چوتھی بار ایک ڈچ پیٹرک کلن نامی کو بھیجا جو ساحل پر پہنچتے ہی گرفتار ہو کر پھانسی پر چڑھایا گیا۔ پھر پانچویں بار ڈیمس اور پارگ دو شخصوں کو اس خونی کام کے لئے تیار کیا۔ وے بھی گرفتار ہوئے اور اپنے بھڑکانے والوں کو کوستے ہوئے پھانسی پر لٹکا دئے گئے۔ چھٹی اور آخری بار ۱۵۹۴ء میں ایڈورڈ سکوائر کو جیسوسٹ پادری رچرڈ والپول نے ملکہ ایلزابیتھ کو زہر دینے کے لئے تیار کیا۔ وہ بھی گرفتار ہو کر پھانسی پر چڑھایا گیا۔ پادری صاحب فرار ہو کر بچ گئے۔ ان لوگوں کی سازشوں سے تنگ آ کر ۱۵ نومبر ۱۶۰۲ء کو ملکہ ایلزابیتھ نے جیسوسٹوں کو ملک بدر کرنیکا حکم دیدیا۔

ملکہ ایلزابیتھ کا ۲۴ مارچ ۱۶۰۳ء کے دن انتقال ہو گیا۔ اور میری سٹوارٹ کا لڑکا جیمس سکاٹ لینڈ اور انگلینڈ دونوں کا بادشاہ قرار پایا۔ جیسوسٹوں نے

نے بڑے جشن منائے، مگر جیمس اول بادشاہ برطانیہ اعظم پروٹیسٹینٹ تھا جیسوٹوں
نے سمجھا تھا کہ جیمس نے محض تخت انگلستان حاصل کرنے کے لئے پروٹیسٹینٹ
ہونے کا ڈھونگ رچا ہے۔ لیکن جب قیدی جیسوسٹوں کو رہا کر کے بھی جیمس
نے اُن کے ملک بدر ہونیکا حکم برقرار رکھا تب ان لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور
اُنہوں نے بادشاہ برطانیہ اعظم سے انتقام لینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

اس کے لئے بڑے پیمانہ پر کام شروع کیا گیا۔ ادہر کے جیسوسٹوں کا
سردار ہینری گارنیٹ بذات خود بہت سے ماتحت پادریوں کو ساتھ لیکر
انگلستان میں پہنچا، وے مختلف طور پر ساحل انگلستان پر اُترے، اور
اپنے نام تبدیل کر کے اُنہوں نے کام شروع کر دیا۔ اُنہوں نے کٹّر پروٹیسٹون
بھروپ بھرا تخت انگلستان کے لئے خفیہ طور پر شاہزادی آربیلا کو تیار کیا۔
اور سازش شروع کر دی، بہت سے زبردست آدمیوں کو سازش میں شامل
کیا۔ اُن سے سخت قسمیں لی گئیں اور تجویز یہ ہوئی کہ جس وقت ۵ رنومبر ۱۶۰۵ء
کو پارلیمنٹ کا نیا افتتاح ہو، اور بادشاہ اُسے کھولنے پہنچے تو ساری پارلیمنٹ
کا کام تمام کر دیا جاوے۔ اس سازش کا نام تواریخ انگلستان میں
(Gunpowder Plot) رکھا گیا یعنی بارود کی سازش
کے نام سے مشہور ہوا۔ مکان پارلیمنٹ کے نیچے کا ایک مکان کرایہ پر لیا گیا
اور اسمیں [illegible]
پیپے چھپا کر رکھدئے گئے، کافی کوئلہ اور جلانے کی لکڑی اُن پر ڈالدی گئی
اور آگ دینے والا بھی تیار ہو گیا۔ اکتوبر ۱۶۰۵ء کے خاتمہ پر سب کام لیس ہو گیا
اگر جیسوسٹوں کو اس شیطانی سازش میں کامیابی ہو جاتی تو بادشاہ مع وزراء
اور لارڈز اور کامنز سب ایک دم اُڑ جاتے اور دشمنان قوم انگلستان پر

قبضہ کر لیتے۔ لیکن اُس پارلیمنٹ کی جماعت میں رومن کیتھولک عیسائی رؤساء بھی شامل تھے۔ سازشیوں میں سے ایک نے کسی رومن کیتھولک کے پاس گمنام خط بھیجا کہ وہ اُس دن پارلیمنٹ کے اجلاس میں نہ شامل ہو۔ اس پر شبہہ پیدا ہوا محل پارلیمنٹ کے نیچے کا معائنہ ہوا۔ ایک شخص پرسی نامی گرفتار ہوا۔ اُس کو لیکر اور نیچے گئے تو دوسرا سازشی گرفتار ہوا جس کے پاس ایک پستول اور ایک خنجر تین دیا سلائیاں اور سوختہ نکلا، وہ اس طرح مستعد تھا گویا سفر کی تیاری کیلئے کھڑا ہے۔ گرفتار شدہ عدالت میں لائے گئے، اُن کے اصلی نام معلوم ہوئے اُنہوں نے اقبال کرتے ہوئے ساری سازش کو طشت از بام کیا۔ جیسوئیٹ پادری سب بھاگ گئے مگر ایک جگہ گھیر لئے گئے اور اُنہوں نے مقابلہ کی تیاری کی آخرکار گرفتار ہوئے اور کچھ مارے گئے، یہ سب بڑے وحشیانہ طریقہ پر قتل کئے گئے۔

اس خوفناک سازش کے خاتمہ پر جیسوئیٹوں کے لئے انگلستان میں کوئی جگہ نہ رہی، مگر یہ لوگ بادشاہ جیمس کو باہر رہ کر بدنام کرتے رہے۔ جیمس کے بعد چارلس اول بادشاہ ہوا۔ تب جیسوئیٹ کچھ بااُمید ہوئے، کیونکہ چارلس کی بیوی کیتھولک تھی۔ لیکن چارلس کا خود گلا کاٹا گیا، اور پیورٹین (Puritans) آلیور کرامویل کا زمانہ آیا۔ تب جیسوئیٹوں کو ناخن اڑانے کی جگہ بھی انگلستان میں باقی نہ رہی۔ چارلس دوم کے جانشین ہونے پر اُس کی بیوی اور بھائی کے کیتھولک ہونے کی وجہ سے جیسوئیٹوں کی اُمید پھر بندھنے لگی، لیکن اپنے باپ کے حشر پر غور کر کے چارلس دوم نے بھی جیسوئیٹوں کے برخلاف ملک بدر کا حکم واپس لینے کا حوصلہ نہ کیا۔ چارلس دوم کے انتقال کے بعد جیمس دوم کے زمانہ میں اُنہوں نے کچھ سر اُٹھانا چاہا۔ لیکن اپنی کوشش کے ساتھ جیمس دوم کو بھی لے ڈوبے جسے تخت و تاج

ولیم سوم کے لئے چھوڑ کر بھاگ جانا پڑا اور انگلینڈ کو ہمیشہ کے لئے جیسوسٹ سازش سے رہائی ملی۔

ہالینڈ کے ساتھ خونخوار عداوت

سپین میں جیسوسٹیوں کا راج تھا، کیونکہ وہ ملک منجملہ اُن تین کے تھا، جن میں رومن کیتھولک مذہب کا زور تھا، اُس کے ماتحت جو ممالک نیدرلینڈ اور ڈی لینڈ تھے اُنہوں نے فلیپ دوم شاہ سپین سے تنگ آکر بغاوت کی اور اپنے ملک کو آزاد کرا کے پروٹیسٹینٹ مذہب کو وہاں فروغ دیا۔ بس جیسوسٹیوں کا فرض ہو گیا کہ وہاں کے فرمانرواؤں کو قتل کر کے از سر نو کیتھولک مذہب کو فروغ دیں۔ ہالینڈ کے فرمانروا پرنس آف آرینج (Prince of Ornage) کہلاتے تھے اُن کا پہلا حکمراں ڈیوک ولیم تھا اس کے قتل کے لئے جیسوسٹیوں نے ایک ہسپانوی کیسپر اناسٹرو (Caspar Anastro) نامی کو اسّی ہزار سنہری سکہ کا لالچ دیکر تیار کیا، اور ساتھ ہی اسکو آشیرباد دیا کہ اگر اس زبردست کافر کو قتل کر دیگا تو عیسیٰ مسیح اور مان مریم کے درمیان بہشت میں جگہ ملیگی۔

اناسٹرو خود تو بزدل تھا، اُس نے ایک دوسرے شخص جان جارگیے کو تیار کیا اور اُس کے ساتھ اُنکا ایک تیسرا شخص بھی رل گیا۔ سب نے جارگیے کو کافر کے مارنے کے لئے خطرناک مجذوب بنادیا۔ وہ ڈیوک آف آرینج کے ملنے کے بہانہ سے اُس کے محل کے احاطہ کے اندر چلا گیا، اور جب ولیم کھانے کے کمرہ سے اُس شخص کو ملنے دوسرے کمرہ میں چلا تو جارگیے نے راستہ ہی میں گولی چلادی۔ گولی اتنے نزدیک سے چلی کہ ڈیوک کے بال جل گئے اور اُسے غش آگیا۔ جب ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ قاتل کو حاضرین نے کاٹ ڈالا، اور اسطرح پر مددگاروں کا راز افشا نہ ہوا۔ مگر اُسکی جیب سے ایک کاغذ برآمد ہوا، جس سے اعانت کرنیوالے جیسوسٹیوں کا بھی پتہ لگا

اور بعد اقبالی ملزم ہونے کے اُن کو بھی راہی ملک عدم کیا گیا۔ اس وقت تو ڈیوک ولیم بچ گیا۔ مگر جیسوسٹیوں نے اُس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اُنہوں نے اُس کے لئے برگنڈی کے رہنے والے بالتھذر گرہرڈ کو تیار کیا وہ اپنے آپ کو سرگرم پروٹسٹنٹ ظاہر کر کے ڈیوک ولیم کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اور چونکہ ہوشیار اور کئی زبانوں کا ماہر تھا، اس لئے دشمن کی نگرانی کے لئے اُسے مقرر کیا گیا گرہرڈ نے اپنا نام تبدیل کر کے اپنے آپ کو گئوان ظاہر کیا۔ شروع جولائی سنہ ۱۵۸۴ء میں ڈیوک نے لیٹے لیٹے اُسکی رپورٹ سُنی اور پھر آنے کی اجازت دی ۱۰ جولائی کو وہ پھر در دولت پر حاضر ہوا، لیکن ڈیوک کو فرصت نہ تھی، اس لئے اُسے سہ پہر کے لئے بلایا۔ ایک بجے ڈیوک اپنے کمرے سے پارلیمنٹ کے اجلاس کے لئے چلا، گرہرڈ عرف گئوان راستہ میں منتظر کھڑا تھا۔ کچھ کہنے کے بہانہ سے آگے بڑھا، اور پستول سے تین گولیاں جھونک دیں، ولیم کاری مہلک زخم کھا کر گر گیا۔ قاتل بھاگا، مگر دور جا کر پکڑا گیا۔ اسیوقت سٹیٹ کونسل جمع ہوئی، تب اُس کا اصلی نام معلوم ہوا، اس نے پورا اقبال کیا او سارے حالات بیان کرئے مگر اپنے معاون چار جیسوسٹیوں کے نام باوجود تشدد کئے جانے کے بھی نہ بتلائے۔ چنانچہ ۱۴ جولائی سنہ ۱۵۸۴ء کے دن وہ بڑی بے رحمی سے قتل کیا گیا۔

ولیم کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا مورس ڈیوک ہوا، وہ اپنے باپ سے بھی بڑھکر جری بہادر سپہ سالار تھا، اور اُس نے بہت سی اور سرزمین ہسپانیہ والوں سے چھین لی۔ تب جیسوسیٹ اس کے قتل کے بھی درپے ہوئے۔ سنہ ۱۵۹۴ء میں اُنہیں ایک غریب پیٹر پین نامی مل گیا، دہن کے لالچ اور بہشت کے اقرار نے اُسے قابو کر لیا، وہ ایک خنجر لیکر چلا۔ ڈیوک کی نسبت بار بار

دریافت کرنے کے باعث اُس پر شک ہوا۔ گرفتار ہوتے ہی اُس نے
سب کچھ اُگل دیا۔ جیسوئیسٹ پادریوں کی تلاش ہوئی۔ لیکن وہ پہلے ہی
رفوچکر ہو چکے تھے، تب غریب بیٹر ہین کو پھانسی مل گئی اور آئندہ کے لئے
سلطنت ہالینڈ سے جیسوئیٹوں کا پورا بائیکاٹ ہوگیا۔

پرتگال سے جیسوئٹوں کا ملک بدر ہونا

جب پرتگال کا ملک ہسپانیہ (Spain) سے بٹوارا ہوگیا تو امریکہ کا صوبہ پیراگوئی (Paraguay) پرتگال کے حصے آیا۔ وہاں جیسوئٹوں نے بڑی
ریاست بنا رکھی تھی، انہوں نے پہلے تو سلطنت ہسپانیہ کو ترغیب دینی
چاہی کہ باہمی معاہدہ کو توڑ دیں، کیونکہ سب ہسپانیہ میں کیتھولک مذہب کا
زور تھا۔ دوسری طرف گورنمنٹ پرتگال کو یہ دھوکہ دینا چاہا کہ اس معاملہ
میں اُن کا نقصان ہوگا۔ دونوں گورنمنٹوں نے دو دیانت دار آدمیوں
کو فیصلہ کے لئے مقرر کیا۔ تب جیسوئٹوں نے امریکن انڈین اقوام کو ان کے
برخلاف جنگ کے لئے آمادہ کر دیا۔ لیکن ہسپانیہ اور پرتگال کی متحدہ فوج نے
امریکن انڈئنز کو دوبارہ شکست دی۔ جیسوئٹون نے پھر زیادہ فوج مقابلہ
کے لئے اکٹھی کی تب ۱۷۵۵ء میں سپین اور پرتگال کے فرمانروایان
نے جیسوئٹون کے قلع قمع کا تہیہ کر لیا۔ اور بڑی زبردست فوج اُن کو
پسپا کرنے کے لئے روانہ کی، جس نے پے در پے فتوحات کے بعد
۱۷۵۸ء کے خاتمہ پر جیسوئٹوں کا پیراگوئے (امریکہ) میں خاتمہ کر کے ملک
سول حاکموں کے سُپرد کر دیا۔ اور اس طرح ہسپانیہ اور پرتگال کا باہمی
فیصلہ ہوگیا۔

پیراگوے سے نکالے جا کر بھی پرتگال میں جیسوئٹوں کا زور بڑھ گیا تھا کیونکہ بادشاہ جوزف اور اُن کی ملکہ بڑے وشواسی کیتھولک تھے، مگر ان کا وزیر اعظم مارکوئیس آف پومبل بڑا باتدبیر تھا، اُس نے سلطنت میں اصلاحیں کرنا شروع کر دیں جس پر جیسوئٹ بھڑک اُٹھے اور اُس کی علانیہ مخالفت شروع کر دی۔ وزیر پومبل نے ان پادریوں کو جلاوطن کر دیا اور باقی کسی قدر دب گئے۔ مگر ۱۷۵۵ء میں ایک ایسا بھونچال آیا کہ پرتگال کا دارالخلافہ شہر لسبن برباد ہو گیا، اور پلیگ اور قحط نے تباہی ڈال دی۔ اب تو جیسوئٹوں کی چڑھ مچی۔ اُنہوں نے علانیہ اس بربادی کا باعث وزیر پومبل کا پاپ بتلایا، اور پیشگوئی کی کہ جب تک اسے سزا نہ ملیگی قہر الٰہی دور نہ ہوگا۔ یہ شور اس قدر بڑھا کہ رعایا نے پومبل کی برخاستگی کے لئے زور دیا، اور بادشاہ بھی گھبرا کر لسبن کو چھوڑ چلا تھا، لیکن پومبل نے کہا "فرمانروا کا محل رعایا کے بیچ میں ہے۔ آؤ مُردوں کو دفنا دیں اور زندوں کی خبر لیں"۔ اور وہ رعایا کے گھروں کو پھر سے آباد کرنے میں مصروف ہوا۔ رعایا پھر اُس کے ساتھ ہو گئی۔ تب جیسوئٹوں نے وزیر اعظم کے برخلاف شکایتیں جمع کیں۔ وزیر پہلے ہی بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا تھا، اور ان کی شکایتوں کی قلعی کھولکر محل شاہی سے اُن سب کو بدر کرنیکا حکم دلوایا، اور صبح تک محل شاہی کے احاطہ میں ایک بھی جیسوئٹ نہ دکھائی دیا۔ شاہ جوزف پر بھی گولی چلوائی گئی مگر وہ بچ گیا۔ اس سازش کا پتہ لگا کر وزیر اعظم نے اُن روساء کو جو سازش میں شریک تھے سزا دی، اور اُن میں سے دس کو بڑی بیرحمی سے قتل کیا گیا۔

مگر جیسوئیٹوں کو بھی نہ چھوڑا گیا اور اُن کو اُن کے کیفر کردار کا بدلہ مِلا، اُن میں سے گیارہ قید کئے گئے، اور باقی ملک بدر کئے گئے، اور اُن کی تمام جائدادیں ضبط کر لی گئیں۔ ان ضبطیوں سے ملک کا بہت بھلا ہوا۔ ۲۰ اپریل ۱۷۵۹ء کے دن کل جیسوئیٹوں کے ملک بدر ہونیکا حکم صادر ہو گیا۔ اور اُس کی اس طرح تعمیل ہوئی کہ پرتگال ہمیشہ کے لئے ان مذہبی ڈاکوؤں سے آزاد ہو گیا۔

فرانس میں جیسوئیٹوں کے کارنامے

ہسپانیہ اور فرانس میں جیسوئیٹوں کے کارنامے بھی ایسے ہی ذلیل اور خوار ہیں۔ خاصکر فرانس میں تو انہوں نے بڑی شیطنت سے کام لیا۔ جیسوئیٹ پادری کلیمنٹ نے ہینری سوئم بادشاہ فرانس کے یہاں کچھ معروض کرنے کے بہانہ سے جاکر تخلیہ میں اُس کے چھری بھونک دی اور بادشاہ کو جاں بحق کر دیا۔ پادری اُسی جگہ مارا گیا۔ پھر ہینری سوئم کے جانشین ہینری چہارم پر ۱۵۹۳ء میں حملہ کی تیاری ہوئی، مگر قبل اس کے کہ قاتل حملہ کرے وہ پکڑا گیا، اور بعد اقبال جرم قتل کیا گیا۔ پھر جیسوئیٹوں نے ایک انیس سالہ نوجوان جین چٹیل نامی کو تیار کیا، اُس نے علانیہ ہینری چہارم پر حملہ کیا اور خنجر پیٹ پر چلانا چاہا لیکن جھکنے کے باعث صرف بادشاہ کا ہونٹ کٹ گیا۔ اس کی تحقیقات ہوئی اور جرم سازشی جیسوئیٹ پادریوں کے برخلاف بھی ثابت ہوا۔ چٹیل کو گھوڑوں سے گھسیٹوا کر ذبح کیا گیا۔ پادری گوئجناڈر کو پھانسی پر چڑھایا گیا اور چند دیگروں کو ملک بدر کیا گیا۔ آخرکار ۱۴ رمئی ۱۶۱۰ء کے دن جب کھلی فٹن میں بادشاہ ہینری چہارم کا جلوس نکل رہا تھا ایک جیکس نامی نوجوان نے بڑھکر خنجر بھونک دی

پہلا وار تو پسلی پر پڑا، لیکن دوسرا دل میں گھس گیا اور بادشاہ فوراً مر گیا۔
قاتل نے باوجود تشدد کے کسی اور کا نام نہ لیا اور قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد جیسوسٹوں کو پھر فرانس میں کہرام مچانے کا موقع ملا۔
لوئیس پندرھواں ۱۵ بھی ان کے قابو تھا۔ مگر جب اُس نے اُن کی غلامی سے
برگشتگی ظاہر کی تو اُنہوں نے اُس کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ایک دن بادشاہ شام
کے وقت مع اپنے ہمراہیان کے جا رہا تھا کہ ایک بائیس سالہ نوجوان نے اسکی
چھاتی پر چھری چلا دی، بادشاہ نے زخم محسوس کر کے اُسے پکڑوا دیا، اسوقت
شور مچ گیا کہ بادشاہ مر گیا، مگر وہ زندہ رہا۔ تحقیقات کے وقت معلوم ہوا
کہ قاتل کا نام ڈیمینس ہے، وہ شہر آراس کے جیسویسٹ کالج کے باورچی خانہ
میں ملازم تھا، اور کئی امیروں کے یہاں نوکر رہا، اُس کے اقبال سے معلوم ہوا
کہ اُسے اس کام کے لئے پادریوں نے تیار کیا تھا اور ایک جیسویٹ پادری نے
اُسے گناہ سے ہمیشگی معافی بھی دیدی تھی۔ ڈیمینس تو خوفناک طریقہ پر قتل کیا
گیا، لیکن اُس کے معاونوں کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اس کے بعد فرانس سے بھی جیسوسٹوں
کو ہمیشہ کے لئے بدر کر دیا گیا۔

جیسویسٹ فرقہ کا بقایا

سمجھا یہ جاتا ہے کہ اُنیسویں صدی عیسوی کے آغاز سے ہی جیسیوسٹوں کا خاتمہ
ہو گیا، اور پوپ روم کے فتوے سے ایسا ہونا بھی قیاس میں آتا ہے۔
یہ ٹھیک ہے کہ اُن کا زور بالکل نہیں رہا، اور اُن کی خطرناک خونی سازشوں
سے عیسائی دنیا کو نجات مل گئی ہے، لیکن دوسرے طریقوں پر یعنی دغا،
فریب اور مکاری سے یہ لوگ اب تک کام کر رہے ہیں اور جنوبی ہند
میں جا کر تو میں نے محسوس کیا ہے کہ معصوم جاہل ہندوؤں کو انکے دام تزو

ے بچانے کے لئے اب بھی کافی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

فصل چہارم

آریہ دہرم اور تہذیب کی خصوصیت

سیمیٹک مذاہب کے اصول اور تہذیب کی اصلیت اُس داستان سے بخوبی واضح ہوجاتی ہے جو اب تک بیان کی گئی ہے۔ اب مختصر طور پر آرین تہذیب اور دہارمک سدہانتوں کا بیان کیا جاتا ہے۔

فہرست آریہ تہذیب کے دعوے داروں کی

ہندو کہلانے والے سناتن دہرمی۔ ویدک دہرم کے مدعی آریہ سماجی دس گوروؤں کے پیرو خالصہ وِیر۔ جینی بودھ اور پارسی، یہ سب آریہ تہذیب کے دعویدار ہیں۔ آریہ شبد کے اندر ان سب کا شمول ہوجاتا ہے۔ ہندو شبد بہت نیا ہے۔ اور اس کا زیادہ تر استعمال پنجاب اور ممالک متحدہ آگرہ واودھ کے اُن علاقہ جات میں ہوتا ہے جہاں مسلمانوں کا زیادہ تر زور رہا ہے۔ دکشن بھارت (جنوبی ہند) میں اب تک آریہ شبد کا استعمال عام ہے۔ آریہ بھوجن شالا، آریہ سنتوشک سماج وغیرہ نام اُن سنستھاؤں کے ہی نہیں جن کا آریہ سماج کے ساتھ تعلق ہے۔ بلکہ جنہیں عام طور پر سناتن دہرمی ہندو کہا جاتا ہے اُنکی یہ سنستھائیں ہیں

اگست ۱۹۲۳ء کے تیسرے ہفتہ میں جو ہندو سبھا کا سمیلن کاشی نگر میں ہوا تھا اس میں بودھوں کے پرتی ندھی مہاستے انا گرک دھرم پال اور پارسیوں کے پرتی ندھی مہاشہ جی، کے ٹریان نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ وے لوگ بھارت ورش سے اس وقت جدا ہوئے تھے جب یہ آریہ جاتی کہلاتی تھی۔ اور اب بھی وے آریہ نام کے ہی شیدا ہیں۔ پس آریہ تہذیب سے کسی خاص فرقہ ہنود کا مطلب نہیں ہے بلکہ اُن سب سماجوں سے مراد ہے جو پراچین آریہ جاتی کی شاخیں ہیں۔

آرین تہذیب کی خصوصیت

اس جگہ آریہ قوموں کے مذہبی عقیدوں پر وچار کرنیکا موقع نہیں ہے اور نہ اُن عقائد کو بمقابلہ سیمیٹک مذاہب کے عقیدوں کے بہتر اور بزرگتر ثابت کرنا میرا مدعا ہے۔ مگر اس قدر کہنا ضروری ہے کہ سیمیٹک تہذیب کی خصوصیت سے آریہ تہذیب کا بڑا بھاری فرق ہے سیمیٹک تہذیب کی بنیاد ہی ہنسا یعنی تشدد پر ہے۔ آرین تہذیب میں اہنسا پردھان ہے۔ سیمیٹک تہذیب میں برہمچریہ کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہاں مرد اور عورت کے تعلقات پر کوئی پابندی نہیں۔ ایک مرتبہ اگر معمولی بیاہ کی رسم ادا ہو گئی تو دونوں کے باہمی حیوانی خواہشات پورا کرنیکے کوئی بھی قاعدہ یا قانون سدّراہ نہیں۔ لیکن آریہ تہذیب میں برہمچریہ کا بڑا اعلیٰ رتبہ ہے۔ اور انسانی زندگی کے اعلیٰ مقصد کے حصول میں ایک ضروری ذریعہ ہے۔ سیمیٹک مذاہب کی اشاعت ہمیشہ جبر سے ہوتی رہی ہے اور جہاں ظاہرا جبر کو دبانا پڑا ہے وہاں خفیہ طور پر ناجائز وسائل سے تبلیغ کی گئی ہے، اس لئے یہودیوں کے زمانہ میں سوائے اُس

خاص قوم کے اور کسی کے لئے نجات نہ تھی، عیسائیوں میں بغیر عیسٰی مسیح
پر ایمان لائے محض نیک چلنی (سداچار) سے مکتی نہیں ملتی۔ روز آخرت
حضرت مسیح جس کی شفاعت کریں گے اُس کیلئے سورگ کی سیڑھی صاف
ہوگی۔ اور محمدی مذہب میں (جسے اسلام کا خطاب دیا جاتا ہے) تو بغیر
شفاعت حضرت محمد صاحب کے نجات ناممکن ہے۔ لیکن آریہ تہذیب اور دہرم
کے مطابق جو لوگ سچائی کے پابند اور جن کا چرتر (کیریکٹر یعنی اطوار) (Charact)
اعلی ہے اور جو لوگ سچے گیان کے نور سے منور ہیں، یعنی جو لوگ آریہ ہیں
اُن کی مکتی بلا قید مذہب و ملت کے ہوگی۔ نہ زرتہشت، نہ بدھ دیو، نہ شنکر
اچاریہ، اور نہ دیانند۔ نہ جین دیو اور نہ گرو۔ نانک دیو سے لیکر گورو گوند سنگھ تک
کوئی مکتی دلا سکتا ہے۔ اگر اپاسک کا چال چلن اعلی نہو۔ چنانچہ اُپنشد کے
ایک بچن کا مطلب یہ ہے کہ پرمیشور سچائی سے ہی جانا جاتا ہے۔ سیتہ ہی اُس کے
حصول کا ذریعہ ہے۔ یعنی من بچن اور کرم سے سچائی کا پیرو ہونا۔ لیکن انسان سچائی
کا پُتلہ نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ اُس میں تپ یعنی دہرم کے لیئے جان تک دینے
کی طاقت نہو اور تپسوی بننا مشکل ہے۔ جب تک تیارتھ گیان یعنی علم حق نہو اور وہ بغیر
برہمچریہ یعنی ایثار نفسی یا حواس خمسہ کو بس میں کئے بغیر مشکل ہے۔ تب ہر ایک انسان
کو مدح سرائی کی رشوت کے ذریعہ سے نہیں بلکہ اصلی اعمال کیوجہ سے حضوری اور سرور ابدی حاصل ہوتا ہے۔

شاید کہا جائے کہ مسلمانوں میں بھی صوفی لوگ محو ہونیکو ہی انسانی
زندگی کا مقصد مانتے ہیں۔ لیکن اتہاس سے پتہ نہیں چلتا ہے کہ ہندوستانی
ویدانتیوں کی صحبت سے ہی مسلمان بزرگ صوفیوں کو یہ رتبہ حاصل ہوا
تہا۔ ورنہ ازروئے شرع محمدی صوفی دہرئے منکر سمجھے گئے۔ اور اُن میں
سے اکثر دار پر کھینچے گئے۔ مولانا روم و سرمد و منصور وغیرہ پر کفر اور ارتداد کے

فتاوے مشتہر کئے گئے۔ منصور کو دار پر کھینچا گیا۔ ع انا الحق گفت او بر دار شد است
اُسی کی نسبت شاعر نے کہا ہے ؎

چڑھا منصور سولی پر پکارا عشق بازوں کی
یہ اُس کے بام کا زینہ ہے آئے جس کا جی چاہے

اصلی اسلام کیا ہے؟

ہندوستان میں جس محمدی مذہب کو فروغ مل رہا ہے وہ سچے اسلام سے کوسوں دور ہے۔ قرآن شریف میں وحدانیت ہے جس کا خود حضرت محمدؐ صاحب نے پرچار کیا۔ انہوں نے کبھی بھی برملا نہیں کہا کہ بغیر میری شفاعت کے کسی کو نجات نہ ملیگی۔ جس طرح مسیح نے جو دعاوی نہیں کئے تھے۔ وہ اُن کے گلے حواری پال نے منڈھ دئے، اسی طرح پر جہاں محمد صاحب نے ایمان اور نیک کرداری کو ذریعہ نجات بیان کیا تھا۔ وہاں اُن کے خلفاء اور پیروؤں نے نیک کرداری کی شرط تو بالکل اُڑا دی اور ایمان کے معنی بدل دئے۔ بجائے خدا پر ایمان لانے کے محمد صاحب پر ایمان لانا ضروری سمجھا گیا۔ اس وقت کے نماز روزے اور تعزیہ داری اور قبر پرستی توہمات پرستی اصلی اسلام سے سینکڑوں کوس کی دوری پر جا پڑی ہے۔ اور پھر سنگ اسود کا چومنا گیا ہندوؤں کی بت پرستی کو بھی مات نہیں کرتا۔ کٹر سے کٹر ہندو مورتی پوجک بھی برمھ کو نرلیپ اور پرکاش سوروپ سمجھکر اُس میں محو ہونیکو ہی انسان کا اعلیٰ مقصد سمجھتا ہے۔ اور اُس کے لئے نفس کشی کی ضرورت ہے۔ برخلاف اس کے ایک محمدی ہندوستانی باوجود سخت بدچلن ہونے کے بھی قتال مُرتد کے ذریعے سے بہشت میں پہنچنے کی اُمید رکھتا ہے۔ پس جب میں محمدی مذہب کا

ذکر کرتا ہوں تو اُس سے مطلب سچا اسلام نہیں ہوتا۔ کیونکہ ویسے تو سب آریہ مذاہب کے خدا پرست پیرو اسلام کے دلدادہ ہیں۔ اور میں خود اپنے آپ کو ان معنوں میں مسلمان سمجھتا ہوں، جن معنوں میں کہ مسلمان درویشوں نے سمجھا اور انہیں کے شامل میں بھی کہتا ہوں کہ ے

من ز قرآن مغز را بر داشتیم
استخوان پیش سگان انداختیم

پس ہندوستان کے مسلمان بھائیوں سے میری گذارش ہے کہ اسلام کو اُن توہمات اور خونخوار مسلوں سے نجات دلویں جن کے باعث آج اسلام کے نام سے بے تنر نرم دل ہندو کانپ رہے ہیں۔

آخری کلمے

اس تواریخی پڑتال کی محرک وجہ کیا تھی؟ ہندوؤں کو اُن کے خطرہ سے خبردار کرنا جو اُن کے محمدی مذہب کی طرف رجوع ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور سیمیٹک مذاہب کی اصلیت کو اُن کی رہنمائی کے لئے ظاہر کرنا۔ یہودی مذہب کی خونخوار سپرٹ سے اس وقت ہندو سماج کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ صدیوں کے عیسائی مظالم نے انہیں کسی شرارت کے قابل نہیں چھوڑا۔ اور نہ اس وقت ہندوستان میں کوئی ایسا جتھا ہے۔ جس سے ہندوؤں کو کسی طرح کا روحانی اندیشہ ہو۔

عیسائی مذہب بھی گو عیسیٰ کی تعلیم سے کوسوں دور جا پڑا ہے لیکن اُن کے اندر علانیہ جہاد کا وجود بھی نہیں رہا۔ اور جیسوئیٹوں کے خفیہ جہاد کے خنجر مدت سے ٹھنڈے پڑ چکے ہیں۔ کافروں اور مرتدوں کو زندہ جلائے جانے والی خفیہ مذہبی عدالتیں بیخ و بن سے اُکھڑ چکی ہیں۔ لیکن

ایک ہتیار عیسائی مشنریوں کے ہاتھوں میں دے چھوڑا ہے۔ اور
وہی ہتیار مسلمان مولویوں کے ہاتھوں میں بھی اب کام کر رہا ہے
وہ ہتیار اُس دھرم کی زنجیر کو کاٹنے میں مدد دیتا ہے۔ جس نے ایک
ہندو کو دوسرے سے جوڑا ہوا ہے۔ اپنے ساڑھے پانچ کروڑ دلت
بھائیوں سے جو بدسلوکی ہندو نام نہاد اونچی ذات والے کر رہے ہیں
اور ہندو بال ودھواؤں کو اُن کے انسانی حقوق سے محروم کر کے
جو مظالم اُن پر ہو رہے ہیں۔ اُس کا یہ نتیجہ ہے کہ آئے دن سینکڑوں
مذہب کی خاطر نہیں بلکہ محض مجلسی حقوق کے حصول کی خاطر اپنے پوتر
دھرم کی گود سے الگ ہو رہے ہیں۔ بیسیوں بال ودھوائیں روزانہ
اپنے دھرم سے پتت ہو کر بجائے اہنسک آریہ ستان پیدا کرنے
کے گئو بھکشک مذاہب کی تعداد بڑھا رہی ہیں، اور دُراچار اور ویبھچار
کا بازار گرم ہو رہا ہے۔

اس آفت سے نجات پانے کے لئے ہندوؤں کو دلت جاتیوں کے
ساتھ برادرانہ سلوک جاری کرنا لازمی ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ سوائے چند ایک
متعصب پیشہ ور سناتنی برہمنوں کے باقی سب اونچی ذاتوں والے
ہندو دلت جاتیوں کے ساتھ برادرانہ برتاؤ کرنے کے لئے تیار
ہیں۔ پھر کیوں نہ تمام ہماری سناتنی پنڈتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے
برہمن، کشتریہ اور ویش برادریاں اچھوت پن کو بالکل دور کر دیں
بال ودھواؤں کے دِواہ کی رسم جاری کر دیں۔ جن کماریوں کا پانی
گرہن ماتر ہو گیا ہو۔ اور گر بھادھان سنسکار نہ ہوا ہو اور اُن کا پتی
مر جاوے تو وے کماری ہی سمجھی جاتی ہیں۔ ایسا سمرتیوں کا مت ہے

اُن کا دواہ پُتر دواہ نہیں کہلاتا پس اپنے گذشتہ پاپوں کا پرائشچت کرنا چاہیئے۔ اور آیندہ کے لئے لڑکوں اور لڑکیوں کو برہمچریہ پالن کے پیچھے بڑی عمر میں بیاہنا چاہیئے۔ یہ آپت کال ہے۔ اس لئے آپت دہرم کا پالن لازمی ہے۔

یہ اور دیگر اصلاحیں ہندو سماج کے اپنے ہاتھوں میں ہیں اور جب تک وے ہمت کے ساتھ کھلے طور پر ان اصلاحوں میں پیش قدمی نہیں کرتے تب تک دوسرے مذاہب کے لوگوں کو دوشی کہکر اپنے دلوں کو طفل تسلی دینے سے کام نہیں چل سکتا۔ مگر ایک معاملہ ہے۔ جس کی طرف ہندو سماج کا خاص دھیان میں کھینچنا چاہتا ہوں اور وہ

مسلمانوں کا کھلا جہاد ہے

قتل مرتد کے مسئلہ کو میں نے حال کے کچھ واقعات سے بھی خطرناک ثابت کر دیا ہے۔ ہندوستان کی پڑوسی سلطنت کابل میں اس پر حال میں ہی عمل ہوا ہے۔ نعمت اللہ خان قادیانی احمدی ہی سنگسار نہیں کیا گیا۔ بلکہ ایک ہندو کو بھی محمدی مذہب قبول کرنے سے انکاری ہونے پر اسی طرح زمین میں گاڑ کر سنگسار کر دیا گیا۔ کہا جائیگا کہ ہندوستان سے اس کا تعلق نہیں لیکن علماء کے دیوبند، جمعیت علمائے ہند اور علمائے لاہور نے اتفاق رائے سے سلطان امیر امان اللہ کو اس شیطانی کام پر مبارکباد دی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے ہندوؤں کا کوئی تعلق نہیں۔

ہندو کافر ہیں مرتد نہیں۔ لیکن جب ہندو کے سنگسار ہونے کی
خبر آئی تو اس پر ان محمدی علمار کی جماعتوں نے سلطنت کابل
کے ساتھ نفرت کا اظہار نہیں کیا بلکہ اُس کو بالکل پی گئے۔

قتل مُرتد کے مسئلہ کو محمدی علمار نے اس وقت ہندوستانی
مسلمانوں کے اندر خوب مشتہر کیا ہے۔ اُردو اخباروں میں چھپا
تھا۔ اور لکھنؤ کے متعدد ہندو مسلمان معززین سے اس کی
تائید ہوئی کہ جب لکھنؤ کے فساد کو رفع کرنے کے لئے ہندو مسلم
لیڈران بازاروں میں گئے تو مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو موٹر پر
دیکھکر مسلمان عوام نے شور مچایا، اور مولانا سے کافروں کے
گلے کاٹنے کی اجازت مانگی۔

میں اس سے پہلے رسالہ "محمدی سازش کا انکشاف" میں ثابت
کر چکا ہوں کہ ہندوستان کے محمدی علماء کی رائے میں قتل مُرتد کا
مسئلہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن انگریزی راج ہونے کے باعث
اس پر عمل نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مُرتد کو قتل کرنے والے مسلمان
کو پھانسی مل سکتی ہے۔ لیکن اگر مسلمان مُرتد کو مار بھی ڈالے۔ اور
پکڑا نہ جائے۔ تب تو قتل مُرتد میں کوئی دقت نہیں ہے۔

مُرتد وہ ہے جو اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار
کرے۔ مگر محمدی علمار ایک حدیث کو پیش کرکے فتویٰ دیتے ہیں
کہ پیدائش سے سب مسلمان ہیں۔ ماں باپ کی صحبت سے
غیر مذاہب میں چلے جاتے ہیں۔ تب سب غیر مسلم ہی واجب القتل
ٹھہرتے ہیں۔ لیکن اس کو اس وقت جانے دیجئے۔ اصلی خطرہ

اور ہے۔

اس وقت عموماً ہندو اچھوت یا دلت خاص اقتصادی یا مجلسی لالچ کی وجہ سے مسلمان ہو جاتے ہیں، اور جب اُن کی اُمیدیں وہاں بر نہیں آتیں تو پھر ہندو برادری کی طرف لوٹ آتے ہیں ایسے آدمی مرتد سمجھے جاتے ہیں۔ یہی حالت اونچی ذات کے ہندوؤں کی بھی ہے۔ اس رسالہ کے پڑھنے والے ہندوؤں سے میں درخواست کرتا ہوں کہ اچھوتوں سمیت سب ہندوؤں کو سمجھا دیں کہ اگر وہ ایک مرتبہ مسلمان ہو گئے تو اُنہیں مذہبی آزادی نہ رہیگی، اور اُن کے واپس آنے پر مسلمانوں کو اُن کے قتل کر دینے کا بہانہ ملیگا اس لئے کسی ہندو کو بھی مسلمان نہیں بننا چاہیئے۔

اپنے دلت (اچھوت) بھائیوں سے خاص التماس ہے۔ میں مانتا ہوں کہ ہندوؤں کا سلوک آپ کے ساتھ اچھا نہیں ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے اپنا دھرم چھوڑنا آپکے لئے ضروری نہیں۔ بجائے اونچی ذات کا ابھمان کرنے والے ہندوؤں کی پرواہ کرکے آپ کیوں نہ اپنے ساڑھے پانچ کروڑ کا ایک آریہ جتھا بنا دیں۔ آپ کا سنگٹھن بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اور پھر بجائے اس کے کہ آپ اونچی ذات کے مغروروں کے پیچھے بھاگیں خود اُن کو آپکی شرن میں آنا پڑیگا۔

میں جانتا ہوں کہ ہندو عوام کی کثرت اُن بیجا بندھنوں کو توڑنا چاہتی ہے جن میں کہ سناتن دھرمی متعصب پنڈتوں نے

انہیں جکڑا ہوا ہے۔ پھر کیوں نہ وے سب آریہ سماج کے ساتھ شامل ہوکر ہندو سماج کی ساری مشکلوں کو حل کرنے میں مددگار ہوں؟ لیکن کیا آریہ سماج کے سبھاسد اس بڑی اہم ذمہ داری کو اپنے اوپر لینے کو تیار ہیں؟ اس سوال کا جواب اُن کو اپنے اعمال سے دینا چاہیئے۔

مسلمان بھائیوں سے آخری التماس

ٹرکی نے نام نہاد خلافت کو جو بجائے مسلمانوں کو دیگر انسانوں کے ساتھ ایک سوت میں پرونے کے دنیا کو اُن کا دشمن بنا رہی تھی۔ ختم کرکے اپنی قوم کو مسلمان رکھتے ہوئے بھی اعلٰی تہذیب کی طرف رجوع کر دیا ہے۔ مصر نے حصول آزادی کے لئے دیگر غلام اقوام کے ساتھ رواداری کا برتاؤ اکثر شروع کر دیا ہے۔ مراکو اور فارس میں اپنے الگ الگ بادشاہ کو خلیفہ سمجھتے رہے۔ اور کابل نے بھی خلافت کے خاتمہ پہ دو آنسو تک نہ بہائے۔ یہہ سبق آموز نظارا ملاحظہ کرتے ہوئے بھی آپ کا غلامی کی حالت میں خلافت کی حفاظت کا راگ الاپتے جانا کہاں تک عقلمندی ہے۔ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے! محمدی علماء کا اپنے عوام کو لوٹ مار۔ غارتگری اور زنا بالجبر کے سے خوفناک گناہوں سے بچانے کی بجائے ایسے جرائم کے ارتکاب پر اُن کی شرعاً

...ہے ... محمدی شرفا کا بجائے انپر اظہار نفرت کے ان کی حفاظت
اور جنبہ داری کے لئے ہاتھ پیر مارنا۔ اسپر بھی سچے مذہبی نکتہ نگاہ سے نظر ڈالئے۔

ہندو بھائیوں سے التماس

آپ کی آنکھیں تو کھلنے لگی ہیں لیکن صدیوں کی مذہبی غلامی اور ضعیف الاعتقادی نے آپ پر اودیا (جہالت) کی فالج گرا رکھی ہے۔ اپنے ساڑھے پانچ کروڑ بھائیوں کو اچھوت قرار دیکر اور انپر حیوانی مظالم روا رکھکر آپ نے انہیں غیر ہندوؤں کے گھروں کا راستہ دکھا چھوڑا ہے۔ بال وِواہ (شادی صغرِسنی) کے ذریعہ لاکھوں بال رنڈ بٹھا کر انہیں زبردستی مانس بھکشک اولاد پیدا کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اور پھر شکایت محمدی غنڈوں کے مظالم کی کرتے ہو۔ اور اس سنہری اصول کو بھول جاتے ہو کہ "گھر اپنا سنبھالئے اور چور نہ کہیے رکھیئے"

دونوں سے مشترکہ اپیل

بھائی مسلمان ہندوؤ! دونوں بطور جماعت کے انسانی پایہ سے گرے ہوئے ہو۔ آؤ! پہلے انسان بنو پھر مسلمان اور ہندو ہونے کا دعویٰ کچھ اہمیت رکھے گا۔ جس قوم یا فرقہ کے اندر انسانیت معدوم ہے۔ اُس کا آزادی کے لئے جدوجہد کرنا فلک کو بھی ہنسا رہا ہے۔ خدائے دوجہاں۔ تینوں لوگوں کا مالک برہم دنیا کی جملہ جماعتوں کو راہ راست دکھاوے۔ یہہ سنیاسی کی اُس سے پرارتھنا ہے! آمین۔ اوم شانتیہ۔ شانتیہ۔ شانتیہ۔

(شردھانند سنیاسی)

اعلیٰ درجہ کی چھپائی

انگریزی، اردو، ناگری میں چھپائی کرانی ہو تو ضرور
ہمارے پریس میں ایک مرتبہ چھپوا کر آزمائیں، ہمارے
ہاں ہر قسم کی چھپائی کا کام نہایت عمدہ اور ارزان
قیمت پر ہوتا ہے سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے
کہ وقت پر کام دیا جاتا ہے۔

آزمائش شرط ہے

المشتہر

منیجر تیج پریس نیا بازار دہلی